مہاجر کون نہیں ہے

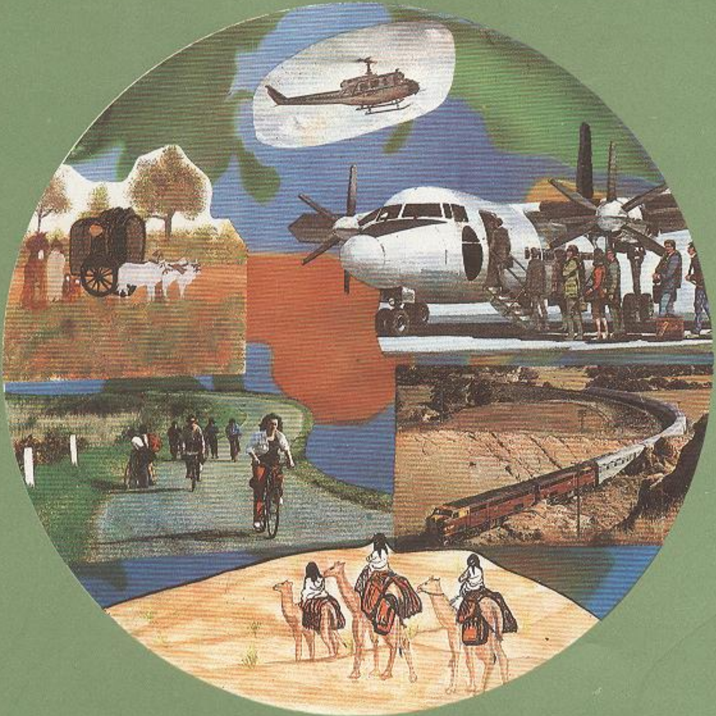

جُملہ حقوق بحق اِدارہ محفوظ ہیں

نام کتاب ــــــــــــــــــــــ کون مہاجر نہیں

مُصنف ــــــــــــــــــــــ سیّد عبدالحفیظ شاہ

ترتیب و تدوین ــــــــــــــــــــــ ڈاکٹر عابد شیخ

نگران ــــــــــــــــــــــ غلام حسین قمرانی

تعداد ــــــــــــــــــــــ ۳ ہزار

بار اوّل ــــــــــــــــــــــ ستمبر ۱۹۸۸ء

مطبع ــــــــــــــــــــــ نیشنل پریس

قیمت ــــــــــــــــــــــ Rs 12 /-

شعبہ نشر و اشاعت :- بیت المکرم ٹرسٹ گجو ضلع ٹھٹھہ (سندھ)

کون مہاجر نہیں؟

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
	عرض حال	۳
	باب اوّل	۷
الف	نوع انسانی کی ابتداء کب اور کہاں ہوئی؟	۸
ب	ہجرت ایک قدرتی عمل ہے	۱۰
ت	نوع انسانی کا نسلی اور لسانی تاریخی پس منظر	۱۳
ث	مختلف علاقوں میں سماجی کیفیات	۱۷
	باب دوئم	۲۰
الف	سندھ مسلمانوں کی آمد سے قبل اور مابعد	۲۱
ب	راجہ داہر کا مکروہ کردار	۲۲
ت	غاصب برچج (راجہ داہر کا) کا راجہ مہر تھ رائے کو مکاری سے قتل کرنا۔	۲۵
ث	اسلام کا فروغ اور سندھ میں مسلمانوں کی مقبولیت کا پس منظر	۳۱
	باب سوئم	۳۴
الف	سندھ کے چند مشہور خاندانوں کے شجرۂ نسب	۳۵
	— شاہ عبداللطیف بھٹائی	۳۶
	— بھٹو خاندان	۳۸
	— مخدوم خاندان	۳۸

صفحہ نمبر	فہرست مضامین	نمبر شمار
۳۹	ـــــ پگارا خاندان	
۴۰	لفظ مہاجر کی اصطلاح	ب
۴۱	دنیا میں قومیتوں کی حقیقی اساس	ت
۴۵	ہماری راہِ عمل اور تمام موجودہ مسائل کا حل	ث
۵۱	دعا۔	ج

عرضِ حال

سندھ کے ایک چھوٹے سے گاؤں جو کراچی شہر سے تقریباً ۵۲ میل دور ہے میں رہائش پذیر ہوں کبھی کبھی اپنے عزیزوں سے ملنے کراچی آجاتا ہوں ایک دفعہ کا ذکر ہے واٹر پمپ سے النور جہاں پر میری بڑی لڑکی رہتی ہے پیدل چلا جا رہا تھا۔ ناگاہ! گولیوں کی آواز سے ٹھٹھک کر کھڑا ہو گیا پہلے تو میں باوجود کوشش کے یہ جان ہی نہ سکا گولیاں کس طرف سے چل رہی ہیں؟ کون چلا رہا ہے؟ اور کیوں؟

سڑک پر چلنے والے لوگ اس اثنا میں بے تحاشہ ادھر ادھر بھاگتے اور پناہ کی تلاش میں سرگرداں بدحواس نظر آئے اس میں کچھ بوڑھے کچھ جوان، بچے حتیٰ کہ عورتیں بھی شیر خوار بچوں کے ساتھ تھیں۔

دلخراش چیخیں ایک قیامت صغریٰ کا منظر میرے سامنے تھا۔ میں بچتا بچاتا چھپتا چھپاتا ایک گلی میں مڑ گیا۔

یہ کیا ہو رہا ہے اور کیوں؟

اس سوال کا جواب نہ میرے پاس تھا اور نہ اس ہنگامے میں کسی سے پوچھنے کی جرأت کر سکا، ہاں البتہ مسلمانوں کی زبوں حالی عزیب بے قصور لوگوں کی لاچاری، انکی جان ومال عزت وناموس کے ساتھ ہولی کھیلے جانے کا ہولناک منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بے تاب ہو گیا اور یہی واقعہ اس کتاب لکھنے کا محرک بنا۔ بیواؤں کے نالۂ وشیون، بچوں کی آہ وفغاں جن کے سرپرست والدین اور ان کے گھر ایک پل میں نذر آتش ہو گئے یہ کونسی انسانیت، کون سی سیاست اور کون سا اخلاق ہے؟

انسانیت کے اور مذہبی بندھن کے ناطے سے بھائی اپنے ہی بھائی کی جان کا دشمن مختلف قومیتوں اور گروہ بندیوں کے نعرے وجہ تسکین بن سکتے ہیں؟ کیا ایسے حالات ہم سب کے مسائل کا مداوہ کر سکتے ہیں؟

ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ ان قومیتوں کی کیا اساس ہے۔ یہ ہر دو طرف ہم اپنا نقصان کیوں کر رہے ہیں۔

قارئین! مجھے اجازت دیں میں نے ان تمام محرکات کا مطالعہ کرنے کے بعد ان تمام جھوٹے نعروں اور دعوؤں کا تجزیہ کیا اور حقائق پیش کر دیئے ہیں فیصلہ کیجیئے کون اللہ کی اس زمین کی ملکیت کا دعویٰ کر سکتا ہے؟

نہیں؟

پھر یہ فساد کیوں؟ ان تمام روایتی باتوں سے ہٹ کر میں نے کوشش کی ہے کہ صرف اور صرف تنقید کرنے والوں میں ایک نقاد کا اضافہ کرنے کے بجائے تمام مسائل کا حل بھی پیش کردوں جو میں سمجھتا ہوں اس جدید اور ویل سوی لائزڈ (مہذب) لوگوں کے لئے نہ صرف مذہبی بلکہ سیاسی، اخلاقی اور سماجی یعنی ہر لحاظ سے قابل قبول ہوگا۔

خدارا! باطل قوتیں روز بروز قوت پکڑتی جارہی ہیں ہمیں ہر طرح سے معاشی، سماجی، اخلاقی پستی میں دھکیل کر اپنے اسلحہ کا سودا کر رہی ہیں اور خود اپنے درمیان امن کا ڈھنڈورا پیٹ رہی ہیں۔

ادھر ہم ان بیرونی سازشوں سے بے خبر سازش کرنے والے آستین کے سانپوں کی چالوں کو سمجھنے سے قاصر خود اپنا ہی وجود ختم کرنے کے در پے ہیں۔ یہ تمام واقعات قوم کی خودکشی نہیں بلکہ اس سے بھی بدترین منزل کی طرف دھکیل رہے ہیں۔

ہم کیوں اتنے بے حس ہوگئے!

خدارا! قارئین سے اپیل ہے ان فریب کاریوں کو سمجھیں عقلی اور اخلاقی طور سے اپنا محاسبہ کریں کہ ہم کیوں باطل قوتوں کی سازشوں کا آلۂ کار بن کر اپنی آزادی کو غلامی میں بدل رہے ہیں۔ ہم اپنے داخلی معاملات خود طے کر سکتے ہیں باطل قوموں کو دخل اندازی کا موقع کیوں فراہم کر رہے ہیں۔

کیا عزت، پستی ہمارے ہی مقدر میں ہے اور باطل قومیں خود ہمیں لڑا کر عیش کرتی رہیں۔ ہرگز نہیں! یہ ہمارا مقدر نہیں بلکہ صرف اس ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات

سے انحراف کا یہ نتیجہ ہے۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات نے ہم سب کو بھائی بھائی بنایا اور آج ہم عقل دشعور سے ہٹ کر ایک دوسرے کے جانی دشمن بن گئے۔

آئیے عہد کریں ہم سب مل کر اس گھر کو اس ملک کو امن کا گہوارہ بنا دیں آباد کریں۔ آپ ؐ کی تعلیمات ہمارے لئے مشعل راہ بنائیں۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابی نے دریافت فرمایا۔

اگر دو مسلمان آپس میں لڑ رہے ہوں دونوں میں سے ایک مر جائے تو جو بچ رہا اس کے لئے شرعی حکم کیا ہے، فرمایا دونوں جہنمی ہیں کیونکہ دونوں کی نیت ایک دوسرے کو مارنے کی تھی جو مر گیا وہ بھی جہنمی اور جو بچ رہا وہ بھی جہنمی۔

بھلا بتلائیے، کیا ہم اس مختصر زندگی کے چھوٹے موٹے مسائل کی خاطر اپنا دین وایمان بیچ ڈالیں ہر اخلاقی اقدار کو پامال کریں۔ انسانیت سوز حرکتیں کر کے اپنے آپ کو انسان سمجھیں اور انسانی حقوق کی بات کریں۔ زیب نہیں دیتا

ہم سب کو یوم حساب سے ڈرنا چاہیئے۔ آئیے سب مل کر توبہ کریں امن و سلامتی بھائی چارے کی فضا قائم کرنے میں ایک دوسرے سے تعاون کریں۔ خدا کے ذکر سے اپنے دلوں کو صاف کر کے محبت اور رحم سے آراستہ کریں، ورنہ اگر دوسروں پر رحم نہ کرو گے تم پر رحم نہ کیا جائے گا اور خسرۃ فی الدنیا والآخرۃ تمہارا مقدر بن جائے گا

دین سے فرار کا پس منظر کیا ہے؟

موجودہ دلفریب سوشلزم و کمیونزم میں کیا غریب لوگوں کا استحصال نہیں ہوتا؟ یہ استحصالی گروپ کسی اقدار کا پابند نہیں اور ہمارے درمیان ہمارے دین میں کس کس طرح کارفرما ہے، اس کے مختلف ہتھکنڈوں سے ہمیں واقف ہونا چاہیے میری منشاء اور کوشش ہے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم سب میں یہ شعور بیدار ہو جائے اور میری دعا ہے ہر ہر فرد کو یہ امن وسلامتی کا پیغام پہنچ جائے۔ ہر طرح کے مکر و فریب سے پاک صرف اسلام ہی ہماری سیاست ہو، مجسم اخلاق اور عفو و درگذر

ہمارا شیوہ ہو یعنی

صبغۃ اللّٰہ ومن احسن من اللّٰہ صبغہ

"اللّٰہ کا رنگ پکڑ لو اور اللّٰہ کے رنگ سے اور کون سا رنگ اچھا"

وما علینا الا البلاغ

بابِ اوّل

الف:۔ نوعِ انسانی کی ابتداء کب اور کہاں ہوئی؟
ب:۔ ہجرت ایک قدرتی عمل ہے
ت:۔ نوعِ انسانی کا نسلی اور لسانی تاریخی پس منظر
ث مختلف علاقوں میں سماجی کیفیت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

نوع انسانی کی ابتداء کب اور کہاں

نوع انسانی کی ابتداء کب اور کس جگہ سے ہوئی اور کون سا اس کا اصلی وطن ہے؟ اس کا جواب انسانی علمی تحقیقات ابھی تک نہیں دے سکیں اور اس ضمن میں علمائے تحقیق کوئی تلو برس سے ارتقائے حیات انسانی کے متعدد نظریات پر بحث کر رہے ہیں۔

انسان کی ابتداء کے متعلق تمام نظریات کوئی آثاری شہادت کے نہ ہونے کے سبب حقائق کی کسوٹی پر نہ صرف پورے نہیں اترتے بلکہ طفلانہ ہیں ہاں ماسوائے سماوی کتب سے جو علم عطا ہوتا ہے

۱۸۵۹ء میں انگلستان کے ایک فلسفی ڈارون نے اپنی کتاب بنام (Evalution - of species by natural selection) میں اپنا یہ نظریہ پیش کیا کہ حیوانات کی مختلف انواع نے بالآخر انسان کو جنم دیا۔ اب اس تھیوری میں جدّت کی جانے کے باوجود تشنگی ہے کہ اس نوعیت کا ارتقائی عمل انسان کو جنم دینے کے بعد اب کیوں رک گیا؟ کس نے روک دیا؟ اور سب سے بڑی SCiENTiFic سائنسی وجہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ ایک نوع کا حیوان دوسری نوع کی مادہ سے بچے پیدا نہیں کر سکتا لیکن بہت زیادہ مماثلت کے باعث کہیں ممکن بھی ہو تو پیدا ہونے والے جانور میں نسل بڑھانے کی صلاحیت نہیں رہتی۔

کائنات میں بہت سے ایسے حقائق ہیں جن سے روگردانی نہیں کی جا سکتی اور انسانی عقل اس جدید دور میں جبکہ سائنس نقطہ عروج پر پہنچ چکی ہے انکی توجیہہ سے عاجز ہے معاشرے کے شعور کے مطابق ایسے وقت میں ہر دور میں RE FoR MER پیامبر آئے انہوں نے بھٹکے ہوئے سرگرداں انسانوں کو ان کے موجودہ حالات کے تدارک کیلئے حقائق پیش کیے اور ان سے انہوں نے آگاہی بخشی جہاں تک انسانی عقل پہنچنے سے عاجز تھی۔

سماوی مذاہب کی رو سے انسان کی ابتداء کب اور کہاں کا مسئلہ اسطرح حل ہوا کہ انسانی وجود

ملاپ ہے روح اور جسم کا روح محرک ہے اس جسم کا جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام روحوں کو تخلیق کر کے دریافت فرمایا۔ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب روحوں نے جواب دیا۔ قالو بلیٰ بے شک تو ہی ہمارا رب ہے۔ رب تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا اور تمام روحوں کو بہشت سے اس کرۂ ارض کی طرف روانہ کر دیا۔ سب روحوں نے اس عالم وجود میں آنے کیلئے کرۂ ارض کی طرف اپنی ارتقاء کیلئے سفر ہجرت شروع کر دیا اور جیسا کہ قرآن حکیم میں رب تعالیٰ نے فرمایا۔

ترجمہ: ہم نے فرمایا تم سب جنت سے اتر جاؤ پھر اگر تمہارے پاس میرے طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا پیرو ہوا اسے نہ کوئی اندیشہ نہ کچھ غم (بقرہ ۳۸)

سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے تخلیق کیا اور بعینہٖ قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

ترجمہ: اور ہم نے فرمایا اے آدم تو اور تیری بی بی اس جنّت میں رہو اور کھاؤ اس میں سے بے روک ٹوک جہاں تمہارا جی چاہے مگر اس پیڑ کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہو جاؤ گے۔

تو شیطان نے جنت سے انہیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کر دیا اور ہم نے فرمایا نیچے اترو۔ آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے (سورۃ بقرہ آیت ۳۵، ۳۶)

تو سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کی ہجرت بوجوہ بہشت سے کرۂ ارض کی طرف عمل میں آئی اس لحاظ سے آپ زمین پر پہلے مہاجر ہوئے اس کے بعد بی بی حوا آ موجود ہوئیں اور روحوں کا ارتقائی عمل بہ منشائے ربی حضرت آدمؑ کی پشت سے شکم مادر میں ہوتا ہوا پورا ہوا اور یہاں سے اولاد آدم کرۂ ارض میں پھیلنا شروع ہوئے روایت ہے کہ حضرت آدمؑ سرزمین ہند میں سراندیپ کے پہاڑوں پر اور حضرت حوّا جدہ میں اتاری گئیں۔ اب تاریخی نکتہ نظر سے انسانی تاریخ کا ایک مکمل جائزہ لینے کے بعد اور نوع انسانی کی ابتداء کے مختلف گردہوں کے

مختلف نظریات پر بحث کر کے تاریخ اقوام عالم میں یہی جدید مرکزی نکتہ بیا گیا انسان کی نوع دوسرے حیوانات کی انواع کی طرح اپنا ایک جداگانہ آغاز رکھتی ہے کسی قسم کی آثاری شہادت کے بغیر ہم اس آغاز کے وقت اور جگہ کا اندازہ نہیں کر سکتے البتہ یہ رائے قائم کر سکتے ہیں کہ انسان کی ابتدائی پشتوں نے بہت ہی ساز گار ماحول میں زندگی کا سفر شروع کیا ہوگا۔ انسان کی جلد کی ساخت اور جسم پر بالوں کی کمی یہ خبر دے رہا ہے کہ کوئی قطعہ معقور اس کا اصلی وطن ہے۔

(ماخوذ از تاریخ اقوام عالم صفحہ ۳۷)

ہجرت ایک قدرتی عمل ہے

اس کرۂ ارض پر ارتقاء کیلئے جہاں بہت سے عوامل کارفرما ہیں اس میں ہجرت بھی ایک ارتقائی عمل ہے جو عین فطری ہونے کے ساتھ ضروری عمل ہے اور اس ہجرت کے عمل کو کوئی نہیں روک سکتا یہ نہ صرف انسانوں میں بلکہ جانوروں بشمول درند، چرند، پرند اور نباتات تک میں جاری وساری ہے یہاں تک کہ پتھر بھی آبشاروں کے ساتھ سفر طے کرتے ہیں، مٹی پانی کے ساتھ ہجرت کرتی ہے، مٹی اپنا رنگ پرند اپنی بولی چرند اپنا رہن سہن انسان اپنا کلچر برسوں کے پختہ طور واطوار بدل ڈالیں تو ایسی فکر بھی فطرت اور حقائق کے منافی ہے بصورت دیگر آپس میں اختلاط اور ہم آہنگی کا عمل بھی فطری اور وقت کا لحاظ لیئے ہوئے ہے اسے بھی کوئی نہیں روک سکتا۔

ابتدائی دور میں انسان شکار پر ہی انحصار کرتا تھا موسمی حالات اور شکار کی تلاش میں مختلف انسانی ٹولیوں کا مختلف مقامات پر جانا ہجرت کا سبب بنتا رہا۔

انسانوں کا انتشار اور اختلاط شکاری دور پتھر کا دور غرض مختلف ادوار میں جاری رہا تاآنکہ حضرت نوح کا زمانہ اور اس کے بعد طوفانِ نوح کا ظہور بہت سی انسانی بستیاں نذر طوفان ہوگئیں اب کچھ بچے کھچے لوگ بمع باقی ماندہ جانوروں کے سوار ہو کر روانہ ہوگئے حضرت آدم کے بعد انسانوں کی یہ دوسری بڑی ہجرت ہوتی تمام دنیا کی آبادی بشمول جمادات انباتات اور حیوانات ایک مقام سے دوسرے مقام تک ہجرت کے عمل کے تحت ہی آتے ہیں، پانی آپ پیتے ہیں۔

وہ کہیں سے چلا اور ہجرت کے عمل کے تحت آپ تک پہنچا غرض سبزیاں گندم گوشت سب ہی مہاجر ہوئے۔

یہ تمام کائنات متحرک ہے اور ہجرت اس کائنات کی ارتقاء کیلئے ایک لازمی عمل ہے جس سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں آپ اپنی روزمرہ زندگی کا جائزہ لیں اور ایمانداری سے تجزیہ کریں تو آپ کو اس کرۂ ارض میں منتقلی مقام کی وجہ سے چاہے وہ کبھی بھی ہوا ہو مہاجرین کے سوا کوئی شے حقیقتاً نظر نہیں آئے گی حتیٰ کہ آج بھی نہ صرف انسان بلکہ چرند پرند نباتات اور جمادات سب میں یہ عمل جاری و ساری ہے سردیوں میں سائبیریا اور دوسرے سرد ممالک سے پرند ہجرت کر کے مختلف مقامات پر پناہ گزین ہوتے ہیں کچھ واپس چلے جاتے ہیں اور کچھ وہیں کے ہو رہے ہیں

حشرات الارض بھی ایک مقام سے دوسرے مقام تک اپنی اپنی ضرورتوں کے مطابق اپنی جگہوں کو چھوڑ کر دوسرے مقامات پر چلے جاتے ہیں جنگلوں سے درندے بھی دوسرے مقامات پر ضرورتاً بوجوہ ہجرت کر جاتے ہیں۔ نباتات کے بیج ہواؤں اور پرندوں کے ذریعے ایک سے دوسرے مقام پہ منتقل ہوتے ہیں۔

حیرت کا مقام ہے ان تمام حقائق کو مدنظر رکھ کر دانشور اور ذی علم طبقہ ہجرت کو زندگی کا لازمی جز کیوں نہیں سمجھتا حالات سے سمجھوتہ کر کے ہاں ہجرت کے جائز (LEGALLISED) قرار کیا ہیں ان کو تسلیم کر کے ایک دوسرے کیلئے گنجائش پیدا کریں تو اس سے ایک دوسرے کی معاونت ہوگی اور بے پناہ فائدے بھی حاصل ہوں گے جس کی حیات انسانی میں اشد ضرورت ہے۔ انسانی معاشرے کی تعمیر میں ہر نوعیت کے فرد کا حصہ ہوتا ہے۔ مختلف صلاحیتوں کے افراد باہم مل کر مختلف شعبہ جات میں اپنا اپنا ایمانداری سے کردار ادا کر کے ایک بہترین ملک و معاشرہ قائم کر سکتے ہیں جس طرح ایک مکان بنانے میں آپ بہر مختلف سامان لکڑی، لوہار، ریت بجری، سیمنٹ، مٹی سب ہی لگا کر تو مکان بناتے ہیں۔

اب دوسرا نکتہ قومی اور نسلی تفاوت و تفاخر کا ہے، اس کی حقیقت اگر کوئی جاننا چاہتا ہے تو کسی ملک کی تاریخ پر نہ جائے بلکہ انسانوں کی تاریخ کا مطالعہ کرے تو معلوم ہوگا یہ مسئلہ صرف

اور صرف جہل اور حقیقت سے انحرافی کی پیداوار ہے۔ نوع انسانی کے پھیلاؤ کے ساتھ ہجرت ابتداء سے ہوتی رہی مختلف وجوہ کی وجہ سے انتشار کے ساتھ ساتھ اختلاط کا عمل بھی ہوتا رہا۔

لندن بسنے کی History تاریخ میں پڑھیں تو معلوم ہو گا سب سے پہلے یہاں بحری قزاق آباد ہوتے پھر اسپین اور پرتگال سے لوگ آ کر بسنے لگے ایشیا سے Dravidian دراوڑی بھی یہاں تک پہنچ چکے تھے۔ ۱۲۰۰ قبل مسیح آرین ایران سے لیکر یورپ تک پھیلتے چلے گئے وہاں پر بھی کالے اور گوروں کا تصادم بے معنی ہے، ہاں اصل مسئلہ یہ ہے کہ ناپختہ شعور انسانوں کی ذہنیت ایسی رہی ہے کہ نووارد کو پسند نہیں کرتا۔ اس کا مشاہدہ ٹرین کے اس مختصر سفر میں بہت سوں کو ہوا ہوگا کہ اگر کہیں سے بھری ہوئی کوئی ٹرین آ رہی ہے تو پہلے سے بیٹھے ہوئے کسی اسٹیشن پر ٹرین رکنے سے پہلے ہی دروازہ بند کر دیتے ہیں اور ہر نووارد کو کہتے ہیں جگہ نہیں ہے جگہ نہیں ہے لیکن جس کو سفر کرنا ہوتا ہے کسی بھی ٹل سے سفر کرتا ہے اور جس کا جہاں اسٹیشن ہوتا ہے اترتا چڑھتا رہتا ہے تو یہ قطعاتِ زمین بھی مختلف ٹرین کے ڈبے جان لیں اور تاریخی حقیقت ہے کہ لوگ اس میں آتے اور جاتے رہتے ہیں۔

یہ مثال عرض کرنے کے بعد قومی نسلی تفاوت اور تفاخر کی اصلیت ایک مختصر انسانی تاریخی پس منظر میں پیش کرنا چاہوں گا جس سے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا عرفان ہونے میں مدد ملے گی۔ آپ نے ۱۴۰۰ سال قبل اس حقیقت سے آگاہی بخشی اور تمام نسلی فسادات کی بیخ کنی کر کے اس مسئلہ کا ایک ہمہ گیر اور حقیقی حل پیش کر کے تمام معقول انسانوں کی رہنمائی فرمادی۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا میں آج کے دن جاہلیت کی تمام رسومات کو پامال کرتا ہوں اللہ تعالیٰ نے تم سے تمام گمراہیاں دور فرما دیں اور نسلی تفاخر نیست و نابود کر دیئے۔ مومن عزت والا اور فاخر ذلیل ہے آج کے بعد عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فوقیت نہیں سب انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان ایک ہی برادری ہیں۔

نوعِ انسانی کا تاریخی پسِ منظر

اس کرہ ارض میں انسانوں کا پھیلاؤ اور اس کے ساتھ انتشار بوجوہ ہوتا رہا انسانی قبیلوں کو سب سے پہلے جس چیز نے کسی ایک جگہ کا پابند ہو کر بستیاں بسانے پر مجبور کیا وہ کسی خطے سے خود رو پودوں سے اناج حاصل کرنے کی دریافت تھی مابعد ہجرت غذائی قلت. سیلاب و طوفان جغرافیائی مدو جزر زلزلے وبائیں جنگ و جدال کی وجہ سے ہوتی رہی اس کے علاوہ بھی زراعت کار ٹولے موزوں زمین کی تلاش میں منتشر ہوتے رہے۔

مختلف قطعوں میں مختلف قسم کی آب و ہوا طبعی حالات اور خوردنی اشیاء سے سابقہ پڑنے کے باعث شکلوں رنگوں. خدو خال اور جسمانی ساخت میں جزئی اختلافات رونما ہوتے چلے گئے رابطہ نہ ہونے کے سبب اظہار و مطالب کیلئے زبانیں بھی جداگانہ طور پر ایجاد ہوتی چلی گئی۔ شکاری، ماہی گیر، خانہ بدوش، مزارع، زمیندار یعنی مختلف طبقات کیلئے یا کبھی بودوباش کے طریقوں کی یکسانی کے باعث کسی اجتماع پر کوئی خاص قوم یا قبیلہ ہونے کا اطلاق کیا جاتا رہا۔

نسل انسانی کی آثاری شہادت کا سراغ اس زمانے سے ملتا ہے جبکہ انسانی کنبے اور قبیلے شکار کے تعاقب میں شمالی اور جنوبی میدان اعظم میں اچھی طرح پھیل چکے تھے کسی ایک علاقے میں عرصہ سے بودوباش کے نتیجے میں دوسرے علاقے کے لوگوں سے جزئی اختلافات صنعت و حرفت کا طبقاتی فرق اور اس کے ساتھ ساتھ باہمی اختلاط کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر کسی ایک امتیازی خصوصیت کو جسے نسلی امتیاز قرار دیا جائے اور اگر اسے مشاہدہ کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو ایک ہی خاندان میں اس خصوصیت کو رکھنے اور نہ رکھنے والے افراد پائے جاتے ہیں۔

بہر کیف علم النسل کے ماہروں نے مختلف علاقوں سے کھدائیوں کے دوران ملنے والی کھوپڑیوں کی ساخت کا مطالعہ کر کے مدت کا تخمینہ لگایا اور دس ہزار سال قبل کے لوگوں کی جو تقسیم کی ہے وہ حسب ذیل ہے

۱۔ چوڑے سر والے لوگ (یورپ اور وسطی ایشیا کے باشندے بعد کے زمانوں میں تاتاری

اور منگولین انہی کی ایک شاخ سے ہوئے)

۲۔ لمبوترے سر اور اونچی کھوپڑی والے (مابعد ایک زمانے میں شمالی میدانِ اعظم والے باشندے آریہ اور جنوبی میدان اعظم والے سامی کہلائے)

۳۔ لمبوترے اور پست کھوپڑی والے

وسطی اور جنوبی افریقہ، آسٹریلیا، بحرالکاہل کے جزیروں اور جنوبی ہند میں اسی نسل سے متعلق لوگ ہیں بعد کے زمانوں میں حامی انہی کی ایک شاخ سے کہلائے گئے۔

علم النسل سے ہی متعلق لسانیات کے ماہرین نے دنیا بھر کی زبانوں کا جائزہ لیکر چند ابتدائی زبانیں اور ان سے متعلقہ گروپ بتائے ہیں جو اس طرح ہیں

انڈو یورپین یا آریائی زبانیں

سنسکرت اور اس سے نکلی ہوئی تمام ہندوستانی زبانیں، فارسی، پہلوی، لاطینی، جرمن فرانسیسی، روسی، انگریزی، ہسپانوی، اطالوی، ارمنی وغیرہ ایران ہند اور یورپ بشمول آئرلینڈ تک ان سب زبانوں کے ابتدائی الفاظ باہم ملتے ہیں۔

دوسرا خاندان سامی زبانوں کا ہے جو عبرانی، عربی، ایبے سینوی، قدیم آشوری سمیری اور دراوڑی (Dravidians) زبانوں پر مشتمل ہے

تیسرا خاندان حامی زبانوں کا ہے جس میں قدیم مصری، قبطی، جزائر ایجیئن کی زبان بربری اور ایتھوپی شامل ہے۔

چوتھا خاندان منگول زبانوں کا ہے جس میں یورالی، لیپی، فنی، میگاری، ترکی، مانچولی اور منگولی وغیرہ شامل ہیں۔

منگول زبان کی ایک شاخ چینی، برمی اور سیامی سمجھی جاتی ہے اور دوسری شاخ جاپانی قدیمی امریکی اور اسکیمو سمجھی جاتی ہیں۔ سو محض زبان کی بناء پر کسی قوم کے کسی خاص نسل سے ہونے کا سراغ نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ قومیں باہمی اختلاط اور فتوحات کے باعث ایک یا دوسری زبانیں اختیار کرتی رہی ہیں اور اختلاط کی وجہ سے نئی مخلوط زبانیں فروغ پاتی رہی ہیں یہی حال نسلِ انسانی کا رہا ہے، ہجرت، مسافرت، تجارت

فتوحات غرض مختلف اوقات میں مختلف وجوہات کی بناء پر نسلی امتزاج ترقی پذیر ہوتا چلا گیا۔ (تاریخ اقوام عالم)

مابعد قدیم کتب اور آثاری تاریخی شواہد سے معلوم ہوتا ہے ۵ ہزار سال قبل مسیح پانچ بحساب قومیں اپنے اپنے علاقوں سے وابستہ تھیں۔ جو بالترتیب (Dravidians) دراوڑی، آرین سمیٹک، حمٹیک اور منگولین کہلائی گئیں بعد میں ان کا بھی ایک عظیم انتشار اور باہمی اختلاط عمل میں آیا۔

دراوڑی (Dravidian) یہ لوگ سندھ اور ہند کی قدیم تہذیب کے بانی سمجھے جاتے ہیں یہ لوگ آرین کے آنے سے بہت پہلے ہی نہایت مہذب اقدار کے حامل تھے اس کا ثبوت موئن جو دڑو اور ہڑپا کی کھدائی سے ملنے والی آثاری شہادتوں کی بناء پر سر جان مارشل نے دیا ان کے حوالے سے اپنی کتاب جنرل آف انڈین ہسٹری میں سر ایم ہیراس لکھتے ہیں۔

The consequences deduced by sir john Marshel after the study of Moen-Jo-Daro remains that, this diniligation probably is drnidian and now fully conformed by the deci pherment by the present writer of about 1800 inscriptions in all there sites.
(Rev: H. Heras 'Journal of Indian History'
April 1937 P-1

کچھ علمائے تحقیق کے بموجب دراوڑی بحر اوقیانوس کی طرف رہنے والی قوم سے متعلق تھے پھر بلوچستان کے راستے ہندوستان اور سندھ کی طرف آئے بلوچستان میں اس وقت جو بروہی ہیں وہ بھی انہی کی نسل سے ہیں اور دوسری طرف یہ لوگ یورپ تک براستہ سیلون اٹلی، اسپین اور برطانیہ کے جزیروں تک پھیلے (بحوالہ قدیم سندھ)

جبکہ کچھ محققین کے نزدیک دراوڑی نسل کے لوگ شکاری دور میں ہندوستان آگئے تھے اور یہ بھوری رنگت والی نسل جن کے آباؤ اجداد جنوبی میدان اعظم (عرب اور صحرائے

افریقہ) کے باشندے تھے بعد میں یہی لوگ علاقے کی نسبت سے سمیٹک کہلائے گئے

(تاریخ اقوام عالم)

آرین :۔ یہ لوگ شمال میدان اعظم سے پھیلے طوفان نوح کے بعد ان کا عظیم انتشار عمل میں آیا۔ انکی اولادیں آج تک ایران، ہندوستان، وسط ایشیا اور یورپ میں آئرلینڈ تک بستی ہیں۔

سمیٹک یا سامی :۔ آثاری شہادتوں کی بناء پر یہ کہا جاتا ہے جنوبی میدان اعظم سے طوفان نوحؑ کے بعد منتشر ہوئے اور ان کی اولادیں عربستان اور جنوبی ایشیا میں پھیلیں۔

حمیٹک یا حامی :۔ انکی اولادیں آفریقہ، آسٹریلیا جنوبی ہند میں آباد ہیں۔

منگولین :۔ انکی اولادیں چین اور جاپان وغیرہ میں پھیلی نظر آتی ہیں، رشین بھی انہی کی ایک شاخ ہیں۔

ان قوموں کا انتشار اور باہم عظیم اختلاط کس طرح عمل میں آیا اس کا جواب تاریخ فراہم نہیں کرتی لیکن کرسچن اور مسلمانوں کی سماوی کتب اتنا بتاتی ہیں کہ قدیم زمانے میں سخت طوفان و سیلاب آیا اور حضرت نوحؑ نے دنیا کو پھر سے آباد کیا اس لئے وہ آدم ثانی کہلائے گئے۔

بائبل پیدائش کی کتاب آیت پہلی میں بتایا گیا ہے کہ حضرت نوح کو سام Shem, حام Ham جیفتھ Jepheth, نام کے تین بیٹے ہوئے جنہوں نے دنیا کو طوفانِ نوح کے بعد پھر سے آباد کیا۔

بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ سام کے بیٹے سندھ اور ہند ہوئے جنہوں نے ان علاقوں کو بسایا، قرآن حکیم میں حضرت نوحؑ کی کشتی میں دوسرے ایمان لانے والے لوگوں کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔

طوفان نوح کی روایات تقریباً سبھی قدیم کتب میں ملتی ہیں مہابھارت یجروید انکے

بعد شتپنٹ براہمن گرنتھ میں بھی اس عظیم طوفان کا تذکرہ ہے اور کہا گیا ہے کہ منو بھگوان نے دنیا کو پھر سے آباد کیا۔ (بحوالہ قدیم سندھ، پیرومل مہرچند)

قدیم سندھ کے مصنف مایہ ناز تاریخ نویس خیال کیے جاتے ہیں کہتے ہیں ایسے طوفانوں اور سیلابوں کی وجہ سے بہت سی قوموں کو اپنا اصلی وطن چھوڑنا پڑا اور قومیں منتشر ہوئیں اس میں سب سے بڑا اور عظیم طوفان طوفانِ نوح تھا جس کے چرچے پانچ ہزار سال گذر جانے کے باوجود بھی عرب میں عام لوگوں کی زبان پر تھے۔

مختلف علاقوں میں سماجی کیفیات

قوموں کے اس عظیم انتشار اور اختلاط کے بعد مختلف علاقوں میں معاشرت اور سماجی نظام کی کیفیات مختلف ہو گئیں۔

مصر و بابل اور ہندوستان میں ایک طبقہ ایسا ہو گیا۔ جس کی بسر اوقات مندروں کے چڑھاوؤں اور نذرانوں پر ہوتی دوسرا طبقہ شاہی دربار سے متعلق تھا تیسرا طبقہ جنگجو لوگوں کا تھا، ہندوستان میں یہ لوگ برہمنوں کے بعد کشتری کہلائے گئے ان کے علاوہ صاحب جائیداد اہل حرفہ، تاجر، گوالے، چرواہے نئے مزدور غلام جو کہ عموماً مفلس اور اسیرانِ جنگ ہوئے تھے۔

مصر و بابل میں اس تقسیم نے ذات پات کی تمیز کی صورت اختیار نہ کی مختلف طبقات اور پیشہ وروں کے درمیان ازدواجی تعلقات اور معاشی اختلاط عام تھا۔

ہندوستان میں اس درجہ بندی نے برہمن، کشتری، ویش، بنیئے اور شودر کی تقسیم اختیار کر لی اور ذات پات کا امتیاز ترقی کرنے لگا، جبکہ یورپ اور ایران کے آرین میں اور چین میں اس طبقاتی تقسیم نے نسلی امتیاز نہ دیا اور باہم ایک دوسرے میں اختلاط عمل جاری رہا۔

اب خصوصاً سندھ اور ہند جو ابتداً ایک ہی علاقہ تصور کیا جاتا تھا انسانی سماج کس طرح ارتقا پذیر ہوا تو تاریخی جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۵ ہزار قبل مسیح دراوڑی Dravidian

کے علاوہ یہاں جو لوگ موجود تھے ان کا سر لمبوترا لب موٹے اور بال گھنگھریالے تھے جن کی اولادیں آج بھی چھوٹا ناگپور بندھیاچل ادوکن میں ہیں۔ یہ لوگ آسٹریلیا اور جنوبی امریکہ کے جزائر کے باشندوں سے مماثل ہیں۔

شمالی ہندوستان اور سندھ میں قدیم لوگ جو پتھر کے زمانے میں ادھر آئے اس میں آج کے کوہلی، بھیل، منڈر، سنتال اور مہانو کے آباؤ اجداد تھے۔ ان لوگوں کو ویدوں میں اچھوت اور کم ذات والے کہا گیا ہے۔ (قدیم سندھ صفحہ نمبر ۱۵)

یہ قدیم لوگ بھی خشکی کے راستے آسٹریلیا اور جنوبی امریکہ کے جزائر سے براستہ چین آسام اور جنگال سے شمالی ہندوستان اور سندھ میں آئے اسی ناطے سے کولرین زبانوں کی نحوی بناوٹ آسٹریلین فیملی (Austerlian Family) کی زبانوں سے ملتی ہے

(Linguistic Survey of India by Sir Gruanson) رگ وید کے زمانے میں تقریباً ۱۲۰۰ قبل مسیح آرین، افغانستان اور شمالی ایران میں پھیلتے ہوئے پنجاب میں وارد ہوئے ان کے آنے سے بہت پہلے ہی دراوڑی (Dravidian) یہاں بڑی متمدن زندگی گذار رہے تھے۔

ہندوؤں میں رگ وید اس دور کی الہامی کتاب سمجھی جاتی ہے آرین نے یہاں آکر اپنے آپ کو لسانی اور سماجی لحاظ سے اعلیٰ و برتر جانا اور قدیم باشندوں کے ساتھ نفرت و حقارت کا برتاؤ کیا خود مہذب اور دوسروں کو ان آریہ یعنی جاہل جنگلی لوگ کہا ان کے مذہبی لٹریچر رگ وید میں ان آرین کی بابت کہا گیا کہ کتوں کی طرح بھونکتے ہوئے ہمیں ناس کرنے آتے ہیں (بحوالہ منڈل پہلا حصہ ۱۸۶ / ۴) (قدیم سندھ صفحہ ۱۸)

آرین پہلے سے آباد لوگوں کو داکش یعنی ناپاک اور شیطان تک کہتے اور یہی وجہ نزاع اور قدیم باشندوں میں مسلسل جنگوں اور لڑائیوں کا سبب بنی اس کے باوجود دونوں میں زیادہ تر دراوڑیوں اور آرین میں اختلاط کا عمل جاری رہا

مابعد چھوٹے پیمانے پر منتقلی سکونت لوگوں میں ہوتی رہی لیکن جب عربوں نے

۶۴۵ء میں ایران کو فتح کیا تو کچھ آرین پارسی مذہب کے پیرو ہندوستان ہجرت کر آئے جبکہ ایران رہنے والوں نے دین اسلام اختیار کرلیا انہی میں سے بہت سے لوگ مغل پٹھان، افغان یا بلوچ کہلائے ہندوستان میں زیادہ تر یہ لوگ روہیل کھنڈ، گجرات احمد آباد وغیرہ میں آباد ہوئے

عربوں کے دور میں سید، کلہوڑو عباسی میرا درسمات سندھ اور ہند میں پھیلے سو تاریخی حقیقت ہے کہ مختلف صورتحالوں میں ہجرت کا عمل ہوتا رہا اور یہ فطری عمل ہے ہوتا ہے ہاں اس عمل کو اسلام نے روکا نہیں بلکہ اصول وضوابط ضرور دیتے ہیں اور اس طرح اس عمل کو ایک ضابطے کے تحت کیا ہے۔

باب دوئم

کتاب کے اس باب میں تاریخی اور تحقیقی مقالات کی روشنی میں مختصراً یہ جائزہ لیا گیا ہے کہ

۱۔ سندھ میں مسلمانوں کا عمل دخل کب سے ہوا اور وہ کیا اسباب تھے جو سندھ میں انکی آمد کا سبب بنے تھے۔

۲۔ مسلمانوں کی آمد سے قبل سندھ کے کیا حالات تھے اور یہاں کے مطلق العنان ہندو حکمران عوام الناس پر کیا کیا مظالم ڈھاتے تھے

۳۔ راجہ داہر کا مکروہ تاریخی کردار، اپنی سگی بہن سے حکومت کے لالچ میں شادی کرنا۔

۴۔ راجہ داہر کی اصلیت کیا تھی اور وہ کس طرح ہندوستدھ کی حکومت پر غاصب ہوا۔

۵۔ اسلام کا فروغ اور مسلمانوں کی سندھ میں مقبولیت کا پس منظر۔

سندھ مسلمانوں کی آمد سے قبل اور مابعد

تاریخ بلاذری، فتوح البلدان، ابن خلدون اسلامک کلچر اور فتح نامہ سندھ عرف
چچ نامہ کے علاوہ دیگر تواریخ کے مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سندھ میں عربوں کا عمل دخل
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانے سے ہو گیا تھا۔

آپؓ کے دور میں عمان کے گورنر کی جانب سے مغیرہ بن ابی العاص کی سرداری میں ہند
وسندھ کی بندرگاہوں دیبل (بھنبھور) بھڑوچ اور تھانہ پہ فوج کشی کے واقعات ہوئے۔
یہ ہندوستان کے مغربی ساحل کی بندرگاہیں تھیں یہاں مسلمانوں نے فتوحات حاصل کیں
اس وقت سندھ کا راجہ، چچ بن سیلائج تھا۔ (فتوح البلدان)

برہمچ بن سیلائج بڑی مکاری سے غاصبانہ طور پر سندھ وہند کی راجدھانی پر قابض
ہوا تھا پھر اس نے اصل راجہ ساہسی رائے کے مقررہ کردہ حاکموں اور عزیزوں پر چڑھائی
کی اور اپنی سرحدیں وسیع کرنے کیلئے لاتعداد آدمیوں اور جوانوں کا کشت وخون کیا دریائے
راوی کے جنوبی کنارے آباد اسکلندہ شہر اور قلعہ کو تاراج کرتا ہوا۔ سکہ اور ملتان کی طرف
رخ کیا سکہ کے قلعہ میں ۵ ہزار محصور سپاہیوں کو قتل کیا۔ ملتان کے راجہ بجھرائے نے
سخت مقابلہ کیا۔ اس طرح سرحدی وسعت کے نشے میں اس نے لاتعداد انسانوں کا
خون بہایا۔ بجھرائے نے کشمیر پناہ لی۔

پھر یہ غاصب سیوستان (سہون) کے قلعوں کی طرف بڑھا وہاں سے بکھو (بھکر)
روانہ ہوا اور وہاں کے راجہ کاکا اور اس کے بیٹے دکیہ پر خراج مقرر کیا۔

سہون کی مہم کے بعد چچ بن سیلائج نے برہمن آباد (شہداد پور اور اس کے ارد گرد کا
علاقہ) کے قدیم باشندوں لوہانہ، لاکھا، سموں اور سہتوں سے اپنی اطاعت طلب کی
اس معرکے میں بھی کئی انسانی جانیں ضائع ہوئیں "لوہانہ" کے حاکم اگھم کی بیوی سے شادی
کی اور وہاں کے باشندوں پر محصول مقرر کر کے کرمان کی طرف بڑھا پھر ارمابیل (لسبیلا
بلوچستان) اور توران سے گذرتا ہوا قندھار جا پہنچا۔ ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں نے

اس سفاک سے جنگ نہ کی اور یہ ایک سال کا پیشگی خراج لیتا ہوا اپنے تخت گاہ اروڑ آگیا اور یہیں جہنم رسید ہوا۔ اس کا دور حکومت چالیس سال رہا، اس کے دو بیٹے تھے دھر سینہ بن ہچ اور داہر بن ہچ، ہچ بن سیلائج کے بعد اس کا بھائی چندر بن سیلائج تخت نشیں ہوا اس نے دھر سینہ بن ہچ کو برہمن آباد کا حاکم مقرر کیا اور خود داہر بن ہچ کے ساتھ اروڑ میں قیام پذیر ہوا۔ داہر بن ہچ بڑی چالبازی اور مکاری سے راجدھانی کے معاملات میں مداخلت کرتا رہا اور بالآخر اپنے چچا چندر کی جگہ خود اروڑ کا راجہ بن بیٹھا اور اپنے بھائی دھر سینہ کو برہمن آباد کی حاکمیت سے ہٹا کر راجہ بن چندر کو حاکم مقرر کیا۔ لیکن ایک سال کے عرصے میں ہی دھر سینہ اپنی بہن مابین کے ساتھ مل کر برہمن آباد کو اپنے قبضے میں لے آیا۔

دھر سینہ نے نوجوان بہن کا رشتہ بھاٹیہ کے راجہ (ملتان کے قریب دجوار کا علاقہ) کے ساتھ طے کیا اور داہر کو لکھا بہن کو جہیز سمیت بھیج رہا ہوں اسے بھاٹیہ کے راجہ کے ساتھ عزت و احترام سے رخصت کر دینا۔

راجہ داہر کا مکروہ کردار

راجہ داہر کے پاس اس کی بہن ایک عالیشان جہیز کے ساتھ پہنچی تو اس نے علم نجوم کے ذریعے بہن کے متعلق معلوم کرایا۔

"نجومی نے کہا اس کا رشتہ وہ طلب کرے گا جس کے قبضے میں ہندوستان کی بادشاہت ہو گی اور یہ لڑکی اس کے عقد میں آئے گی۔ (بحوالہ ہچ نامہ)

اب راجہ داہر فکر میں پڑ گیا کہ مجھ سے یہ راجدھانی چھن جائے گی سو سلطنت اور حکومت کے نشہ نے آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور وہ ہر اخلاقی قدر سے ہٹ کر شرمناکی کی انتہا پر پہنچ گیا اور اپنے وزیر سے مشورہ کر کے اپنی سگی بہن کو اپنے نکاح میں لے آیا تاکہ نجومی کی پیش گوئی کے مطابق بادشاہت اسی کے پاس رہے۔ یہ ہے اس ننگ انسانیت برہمن کا تاریخی کردار جس کو آج کچھ لوگ اپنا آباء اور جدِ امجد بتاتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں۔

اس کے بعد داہر نے اپنے بھائی دھر سینہ کو بڑی مکاری سے مقید کرا دیا۔ دھر سینہ

بن چچ اسی قید میں ہلاک ہو گیا داہر نے اپنے بھائی کے خزانوں پر قبضہ کیا اور بجادرج کو بھی نکاح میں لے آیا جو لوہانہ کے حاکم اگھم کی بیٹی تھی۔ برہمن آباد میں ایک سال رہ کر اروڑ واپس آ گیا۔

یہ تاریخی حقائق ہیں جو راجہ داہر کے مکروہ کردار کی وضاحت کرتے ہیں، اب میں قارئین کرام کیلئے اس کا خاندانی پس منظر بھی پیش کرنا چاہوں گا کہ اس کے والد نے یہ راجدھانی کس فریب کاری سے حاصل کی۔

شہر اروڑ (روہڑی اور متعلقہ علاقہ) سندھ کا پایہ تخت تھا اس کا راجہ سہرس رائے بن ساہسی رائے تھا چار بڑے علاقوں پر اس نے چار حاکم مقرر کیے تھے۔ ایک برہمن آباد شہداد پور، میرون کوٹ (حیدرآباد) دیبل، لوہانہ، لاکھہ، سمہ سے لیکر سمندر کے کنارے تک۔ دوسرا سیوہن سے مکران، تیسرا اسکلندہ سے دیوہ پور تک، چوتھا حاکم ملتان سے کشمیر تک تصرف رکھتا تھا۔

راجہ سہرس رائے ایران کے بادشاہ نیمروز کے ہاتھ قتل ہوا اور اس کا بیٹا رائے ساہسی تخت پر آیا۔ رائے ساہسی کا وزیر بدھیمن اپنی چالبازیوں سے بادشاہ کو اپنا دست نگر رکھنا چاہتا تھا اس نے چچ بن سیلائج نامی ایک برہمن کو مراسلے لکھنے پر مامور کیا راجہ داہر اسی چچ بن سیلائج کا بیٹا تھا۔

چچ نے آہستہ آہستہ دربار میں اثر و رسوخ حاصل کیا اور چاپلوسی کی بناء پر وزارت کا عہدہ حاصل کر لیا، پھر کچھ ملکی امور لیکر راجہ ساہسی کے پاس ایک دن حرم سرا تک پہنچ گیا۔ برہمن کے روپ میں چچ پر راجہ ساہسی کو بڑا اعتماد تھا۔ رائے ساہسی کی بیوی رانی سوہنن دیوی کے عشق کی یہیں سے ابتدا ہوئی۔ یہاں تک کہ پورے ملک میں چچ کا حکم چلنے لگا رانی اس کے ساتھ تھی اور راجہ کے اعتبار کی آڑ میں وہ رانی کے ساتھ ملوث رہا، راجہ میں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت نہ تھی اس لئے کوئی اس کے تخت

کا ولی عہد نہ تھا۔

کچھ عرصے بعد رائے ساہسی بیمار ہوا اور ملک عدم کو سدھارا۔ چچ اور رانی سوہنی نے اب ایک زبردست چال چلی انھیں صرف رائے ساہسی کے عزیز و اقربا سے خطرہ تھا۔ جو مملکت کے دعویدار تھے۔ راجہ کی موت کو انھوں نے صیغۂ راز میں رکھا اور دونوں نے رائے ساہسی کے تمام درباری، معتمد خاص لوگوں کو بلایا کہ راجہ ان سے کچھ مشورہ کرنا چاہتا ہے اور اس چال کے ذریعے سارے مخالفوں کو انھوں نے اسیر کر لیا۔

دوسری طرف انھوں نے رائے کے دوسرے اقربا، عزیز جو مفلس تھے، انھیں بھی بلایا اور کہا اگر تم فقر و فاقہ سے نجات چاہتے ہو تو قید خانہ میں جا کر اپنے جس دشمن کا چاہو سر قلم کر دو اور پھر اس کے گھر زمین مال و اسباب پر اور نوکروں چاکروں پر اپنا قبضہ جما لو چنانچہ ہر ایک نے جا کر اپنے دشمن کو قتل کیا اور اس کی ملک و میراث پر قابض ہوا۔ اس طرح ایک ہی رات میں سارے مخالف خونخوار تلواروں کی خوراک بن گئے اور ملک میں کوئی ایسا مخالف باقی نہ رہا جو رائے ساہسی کی میراث کا دعویٰ کرتا۔

اب چچ بن سیلائج اور رانی سوہنی کیلئے میدان صاف تھا انھوں نے بڑی مکاری سے دربار کے رؤسا، اُمرأ، جملہ تاجر، صناع اور لوگوں کو حاضر کر کے ایک پیغام راجہ سے منسوب کر کے پہنچایا کہ راجہ نے اپنی زندگی میں چچ کو اپنا نائب مقرر کر دیا تھا اس لئے سب کو اس کی اطاعت لازم ہے

بالآخر ساہسی رائے کی موت کا راز کھل گیا اور اس کی خبر اس کے بھائی مہرتھ کو پہنچی مہرتھ رائے ایک بہت بڑا لشکر لیکر جنگ کیلئے چڑھ آیا۔ پہلے اس نے ایک وفد چچ بن سیلائج کی طرف بھیجا جس نے چچ کو پیغام دیا مملکت راجہ مہرتھ رائے کے حوالے کر دی جائے تو وہ تجھے وزارت اور نیابت پر بحال رکھے گا۔ چچ نے رانی سوہنی سے مشورہ کیا۔ رانی نے اسے جنگ پر آمادہ کیا اور جنگ شروع ہو گئی، مہرتھ رائے نے جب دیکھا دونوں طرف کے مردانِ دلیر خوامخواہ تلواروں کا لقمہ بن رہے ہیں تو اس نے چچ بن سیلائج کو دوسرا پیغام دیا کہ ہم اور تم سلطنت کے دعویدار ہیں اس لئے ذہین کٹوانے سے بہتر ہے

خود باہم ایک دوسرے سے روبرو جنگ کریں جو فتح مند ہوگا۔ ملک اسی کا ہوگا۔

غاصب چچ بن سیلائج کا مکاری سے راجہ رائے مہرتھ کو قتل کرنا۔

اس تجویز کے بعد چچ نے بڑی عیاری سے کہا، رائے مہرتھ تم جانتے ہو میں برہمن ہوں سوار ہو کر لڑ نہ سکوں گا اگر پیادہ ہو کر میرے مقابلے پر آؤ تو جوڑا اچھا رہے گا۔

چترور (میواڑ) کے راجہ کو اپنی مہارت اور شجاعت پر پورا بھروسہ تھا اس نے سوچا برہمن کی کیا مجال جو میرے سامنے ہتھیار دکھائے اس خیال سے وہ گھوڑے سے اتر کر پاپیادہ روانہ ہوا۔

چچ بھی پیدل چلا لیکن اس نے سائس کو حکم دیا وہ گھوڑے کو اس کے پیچھے پیچھے لائے جب دونوں ایک دوسرے کے قریب آئے تو چچ نے اچانک گھوڑے پر سوار ہو کر رائے مہرتھ پر حملہ کر دیا اور یوں اسے قتل کر کے اپنی فوج کو چترور کے لشکر پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا اور انھیں شکست دی اس طرح چاروں مملکتوں میں اس کا ہم پلّہ کوئی نہ رہا۔

یہ وہ مستند تاریخی شواہد ہیں جو چچ بن سیلائج اور راجہ داہر بن چچ کے کردار کی وضاحت کرتے ہیں کہ کس طرح مکاری اور عیاری سے ان برہمنوں نے راجہ بانی پر قبضہ کیا اور اس غاصبانہ راجدھانی کو برقرار رکھنے کیلئے کن کن شرمناک حرکتوں کا ارتکاب کیا۔ بالآخر اس غاصب کو مسلمانوں نے اس کے عبرتناک انجام کو پہنچایا اور عوام و خواص کو اس سے نجات دلائی۔

باوجود ان تمام باتوں کے ان عوامل کی بھی تحقیق میں پیش کروں گا جنھوں نے ہند سندھ ان لعینوں کے ہاتھوں سے پاک کرنے پر مسلمانوں کو تیار کیا۔

پندرہویں ہجری میں چچ بن سیلائج کا دورِ حکومت تھا اس وقت عراق کے گورنر ابو موسیٰ الشعری نے چچ بن سیلائج کی سرکشی اور بربریت کی اطلاع دارالخلافہ حضرت عمرؓ تک پہنچادی تھی، حضرت عمرؓ نے سندھ و ہند پر پیش قدمی کی اور دیبل۔ بھروچ اور تھانہ کی بندرگاہوں کے ذریعے لشکر کشی کی اور فتوحات حاصل کیں۔

اس کے بعد مسلمان خلافت ولید بن عبدالمالک بن مروان تک صرف تجارت کی

حدتک ہند وسندھ سے وابستہ رہے۔

خلافت ولید بن عبدالمالک میں عراق ہند وسندھ حجاج بن یوسف کے سپرد ہوا یہ چھیاسی ہجری کا سن تھا۔ گورنر حجاج بن یوسف نے محمد بن ہارون کو ہندوستان کی طرف مقرر کیا (فتحنامہ سندھ صفحہ ۱۱۸)

سراندیپ (سیلون) کے راجہ (تحفہ الکرام کے مطابق یہ شخص بلوچوں اور جتوں کا مورث اعلیٰ ہے) (صفحہ ۱۲۸) نے جزیرہ یواقیت (یاقوتوں کا جزیرہ) سے کشتیوں کے ذریعے حجاج بن یوسف کے پاس بہت سے تحفے تحائف، انواع واقسام کے موتی جواہر، حبشی غلام اور کنیزیں اور دیگر اشیاء کے تحائف بھیجے۔

ان تحائف کے ساتھ کچھ مسلمان عورتیں بھی کعبہ شریف کی زیارت کے شوق میں ساتھ ہولیں۔

راستہ میں ہوا سخت مخالف ہوگئی اور ان آٹھوں جہازوں کا رخ پھیر اگیا اور جہاز دیبل کی بندرگاہ کو جا لگے۔ یہاں قزاقوں کے ایک گروہ نے جن کا تعلق دیبل سے تھا اس سب سامان کو لوٹ لیا اور عورتوں کو گرفتار کر لیا۔ ان میں سے کچھ لوگ بچکر دیبل کے تاجروں کے ساتھ دار الخلافہ پہنچ گئے اور حجاج بن یوسف کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور عورتوں کا نالہ اشیون اس تک پہنچا دیا۔

اس واقعہ سے پہلے بھی داہر کی حکومت میں دار الخلافہ اسلامیہ کے لٹنے کی خبر حجاج تک پہنچی تھی، جس سے داہر کی سرکشی اور تمرد کا اظہار ہوتا تھا۔

حجاج بن یوسف نے داہر کی طرف اپنا ایک قاصد بھیجا جس کے جواب میں داہر نے اپنی معذوری ظاہر کی حالانکہ دیبل بھی داہر بن چچ کی سلطنت کی حدود میں تھا اس لئے داہر کے اس جواب میں چشم پوشی کے علاوہ کوئی صداقت اور وزن نہ تھا۔ مزید یہ کہ کمالِ منافقت سے اسنے پہلے کے واقعات سے بھی لاعلمی کا اظہار کیا۔

حجاج نے داہر کی ان تمام شرمناک حرکتوں کی اطلاع خلیفہ کو دے دی اور سندھ وہند کے جہاد کی اجازت طلب کی۔

خلیفہ ولید بن عبدالمالک نے پہلے تو اجازت نہ دی لیکن داہر کی بڑھتی ہوئی شورشوں کو دیکھتے ہوئے حجاج نے دوبارہ درخواست کی اور بالآخر اسے اجازت مل گئی۔

حجاج بن یوسف نے پھر محمد بن قاسم کو کثیر مال اور لشکر سے آراستہ کر کے بہت سے صدقات دیکر سندھ و سندھ کے جہاد کو روانہ کیا۔ (فتح نامہ سندھ صفحہ ۱۲۸)

محمد بن قاسم نے ہزاروں رکاوٹیں اور صعوبتیں برداشت کیں کئی دفعہ مختلف ریاستوں کی مزاحمت سے کٹھن مرحلے آئے لیکن اسلام کے سرفروش مجاہدوں نے ہمت نہ ہاری اور ایک طویل اور سخت معرکے کے بعد دیبل کا قلعہ فتح کر لیا۔ دیبل کے عوام داہر کی اخلاق سوز حرکتوں سے متنفر تھے بلکہ بہت سے کاہن بھی اس سے مخالفت رکھتے تھے۔ جنھوں نے محمد بن قاسم کا ساتھ دیا۔

فتح دیبل کے موقع پر محمد بن قاسم نے حجاج کے مشورے کے مطابق عفو و درگذر اور علم سے کام لیتے ہوئے عام معافی کا اعلان کر دیا۔

سب سے پہلے اس نے مسلمانوں عورتوں اور مردوں کو جو سراندیپ (سیلون) سے گرفتار کیے گئے تھے آزاد کیا اور ازالے کے طور پر ان میں سے بہتوں کو انکی خواہش کے مطابق وہیں عہدیدار مقرر کر دیا۔ (چچ نامہ صفحہ ۱۴۵)

فتح دیبل کی خبر راجہ داہر کو پہنچی تو اس کے باوجود اس کے دماغ میں جو سودا سمایا ہوا تھا نہ نکلا اس شکست نے اس کو مزید سرکشی پر آمادہ کیا اور اس نے ایک دھمکی آمیز خط محمد بن قاسم کی طرف روانہ کر دیا۔

محمد بن قاسم نے جواباً راجہ داہر کو تنبیہہ کی اور نیرون کوٹ (حیدرآباد) کی جانب روانہ ہو گیا۔ راستہ میں بردری کے میدان میں منزل انداز ہوا۔ یہاں پانی کی سخت کمی تھی جس کی وجہ سے لشکر اور جانور شدت پیاس میں مبتلا ہوئے۔

محمد بن قاسم نے دو رکعت نماز ادا کر کے خدا کے حضور دعا کی ویسے ہی اللہ پاک کے حکم سے مینہ برسنے لگا اور ارد گرد کے تالاب بھر گئے۔ مزید یہ کہ دو چار دن بعد حجاج کی طرف سے رسد اور جانوروں کے لئے گھاس وغیرہ بھی پہنچ گئی۔

اہل نیرون نے کسی مزاحمت کے بغیر محمد بن قاسم کی پذیرائی کی، جس کا حال حجاج کو لکھا گیا محمد بن قاسم نے جواباً اہل نیرون کے آرام کا ہر طرح خیال رکھا اور بہت سوں کو قیمتی خلعتوں سے سرفراز کیا اہلیت کے مطابق انعام و کرام سے نوازا گیا اور انہی میں سے کچھ امیر بنا دیئے گئے

(فتح نامہ سندھ صفحہ ۱۵۸)

محمد بن قاسم نے یہاں ایک مسجد تعمیر کرائی اور پھر سیوستان (سہون) کا رخ کیا۔ جہاں کا حاکم داہر کا چچازاد بجھرائے بن چندر تھا، محمد بن قاسم کے حلم و درگذر اور اخلاق کا چرچا یہاں بھی پہنچ چکا تھا۔ سو یہاں کے بھی عوام اور پروہتوں نے بجھرائے کو جنگ سے بہت روکنا چاہا اور امیر حجاج کا حکم کہ جو بھی آدمی امان طلب کرے گا اسے امان دی جائے گی دھرایا لیکن بجھرائے نے توجہ نہ کی اور جنگ کر کے شکست سے دوچار ہوا اور بھاگ کر بدھیہ (لاڑکانہ اور جیکب آباد اور ملحقہ علاقہ) کے راجہ کاکا بن کوتل کے پاس پناہ لی۔ کچھ عرصہ بعد کاکا بن کوتل نے محمد بن قاسم سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔ محمد بن قاسم اس سے بڑی عزت اور کمالِ مہربانی سے پیش آئے جس سے کاکا بن کوتل بڑا متاثر ہوا اور کہا اے امیر میں تیرے بدخواہوں کو مغلوب کرنے میں تیری رہبری کروں گا

محمد بن قاسم نے حمد باری تعالیٰ کی اور سجدہ شکر بجالایا۔ (فتح نامہ سندھ صفحہ ۱۶۷)

اب مملکت اروڑ میں مہران قلعہ تک پہنچنے کیلئے دریا حائل تھا۔ حجاج بن یوسف کی طرف سے مہران دریا پار کرنے کی اجازت مل گئی ساکرو کے مقام کو پار کرنے کے لئے منتخب کر کے کشتیاں اور تختے حاصل کرنے کا حکم دے دیا گیا۔ اُدھر راجہ داہر دن رات عیش و عشرت اور سیر و شکار میں مشغول رہتا۔ ایک دن اسکے مشیر بھنڈ ویرشمی نے عرض کیا۔

اے بادشاہ! عرب کا لشکر آپ کے دروازے پر آ پہنچا ہے مگر میں آپ کو سیر و شکار میں مشغول اور چوسر میں گرفتار دیکھتا ہوں (چچ نامہ صفحہ ۲۱۱)

اس دوران غافل راجہ کے بہت سے حاکم محمد بن قاسم کی فیاضی اور عام مہربانی کا سن کر اس کے ساتھ معاہدے کرتے رہے۔ جن میں موکو اور راسل ابن وسایو سرفہرست ہیں۔ جب دریائے مہران اسلامی فوجوں نے پار کر لیا تو داہر نے اپنے بیٹے جیسینہ کو جنگ

کیلئے بھیجا جس کا سارا لشکر قتل ہو گیا اور خود فرار ہو کر باپ کے پاس پہنچا۔

بالآخر داہر خود ایک بڑے لشکر اور بدمست ہاتھیوں سمیت مقابلے پر آگیا۔ داہر نے اپنے لئے ایک ہاتھی پر پالکی بندھوائی اس پر لوہے کا برگستوان ڈلوایا اور پھر زرہ پہن کر سوار ہوا اس کے ساتھ پالکی پر دو کنیزیں تھیں ایک اسے تیر دیتی تھی اور دوسری پان پیش کرتی تھی۔ (چچ نامہ صفحہ ۲۳۵)

محمد بن قاسم نے اپنے ساتھیوں سے خطاب کیا!

اے مسلمانو!

استغفار زیادہ کرو خدائے عزوجل نے امت میں دو چیزیں بھیجی ہیں ایک مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ اور دوسری گناہوں سے استغفار تمہیں دلوں کو مضبوط کرنا چاہیئے تاکہ خدائے عزوجل تمہیں دشمنوں پر غالب کرے۔

(فتح نامہ سندھ صفحہ ۲۴۶)

اور کہا

اے عربو! اگر مجھے کوئی حادثہ پیش آجائے تو تمھارا امیر محرز بن ثابت ہے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائے تو پھر تمھارا امیر سعید ہوگا (صفحہ ۲۴۸ فتحنامہ سندھ)

تقریر کے بعد مجاہدین اسلام بے جگری سے لڑے چھ دن تک گھمسان کا رن پڑا اور ایک سخت معرکے کے بعد جمعرات کے دن دسویں رمضان ترانوے ہجری سورج غروب ہونے کے وقت داہر کے سینے میں ایک تیر لگا پھر تیروں کی بوچھاڑ سے ہاتھی اپنے ہی کافروں کو کچلتا ہوا پانی کی طرف بھاگا، کفار منتشر ہو گئے ہاتھی نے دریا پہنچ کر پانی میں ڈبکی لگائی۔ ادھر کچھ برہمن پانی میں چھپے بیٹھے تھے انھوں نے داہر کی لاش قبضے میں کی اور اسے کیچڑ میں چھپا دیا۔

مہران کا قلعہ فتح ہونے کے بعد محمد بن قاسم کی طرف سے منادی کر دی گئی کہ داہر کی کوئی خبر لائے تو اسے انعام ملے گی۔ آخر انہی میں کا ایک برہمن آیا اور داہر کے قتل کی اس نے خبر سنائی اور داہر کی لاش کیچڑ میں سے نکال کر ثبوت کے طور پر پیش کی (صفحہ ۲۵۵ چچ نامہ)

داہر کی موت کے بعد اس کے حرم سرا سے بہت سی عورتوں کے ساتھ اس کی بیوی لاڈی گرفتار ہوئی۔ لاڈی سے روایت ہے جب اسلامی لشکر راجہ داہر سے مقابل ہوا تب اس نے اپنی ہر بیوی پر سخت نگران مقرر کر کے ہدایت کی اگر اسلامی لشکر غالب آجائے تو ان سب کو قتل کر دینا (چچنامہ صفحہ ۲۵۹)

ان طویل جنگوں اور سخت صعوبتیں اٹھانے کے بعد محمد بن قاسم کو عظیم فتح ملی اور ساتھ میں سندھ کے عوام کو اس لعین سے چھٹکارا مل گیا۔

محمد بن قاسم نے اب راوڑ کے قلعے کا رخ کیا جہاں جیسینہ بن داہر اور رانی مایین محمد بن قاسم کے خلاف سازشوں میں مصروف تھے یہ دونوں شکست خوردہ حاکموں کے ساتھ مل کر محمد بن قاسم کے خلاف ایک محاذ ترتیب دے رہے تھے اور مسلمانوں کو مسلسل تکالیف دینے کا باعث تھے۔

رانی مایین دراصل داہر کی سگی بہن تھی جسے داہر نے صرف حکومتوں کی حرص کے نشے میں بیوی بنا لیا تھا۔

عوام محمد بن قاسم سے متفق تھے راوڑ کا قلعہ فتح ہو گیا جیسینہ بن داہر برہمن آباد کے قلعے میں بھاگ گیا وہاں پر بھی یہ مسلمانوں کے لشکروں کیلئے رسد کو نقصان پہنچا کر تنگ کرتا تھا۔ (چچنامہ صفحہ ۲۸۲)

جب یہ اپنی سرکشی اور شرارتوں سے باز نہ آیا تو سندھ کے معزز مشیروں نے محمد بن قاسم کو یہی رائے دی کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں اسے ہند و سندھ کی زمین سے مار بھگایا جائے ادھر چستور کے عوام نے متفق ہو کر محمد بن قاسم کی طرف ایک قاصد بھیجا کہ برہمن آباد کا قلعہ سارے قلعوں کا سر تاج اور تخت گاہ ہے ہم اس میں راضی ہیں کہ قلعہ آپ کے حوالے ہو اور ہم آپ سے امان طلب کرتے ہیں (چچ نامہ صفحہ ۲۸۷)

محمد بن قاسم نے اس کے جواب میں امان دینے کا پختہ عہد کیا اور قلعہ کی طرف لشکر کشی کی۔ اہل قلعہ نے حسب وعدہ قلعے کے دروازے کھلے چھوڑ دیئے محمد بن قاسم نے جنگ کرنے والوں کے علاوہ کسی پر تلوار نہیں اٹھائی۔ اور جس نے امان طلب کی اسے

اس کے گھر واپس کر دیا۔ (فتح نامہ سندھ ۲۸۹)

تھوڑی سی مزاحمت کے بعد قلعہ فتح ہو گیا۔ داہر کی دو کنواری بیٹیاں گرفتار ہوئیں تاجروں اور دستکاروں کو امان دی گئی داہر کے رشتہ دار برہمن تقریباً ایک ہزار کی تعداد میں سر اور داڑھیاں مونڈھ کر پیش ہوئے محمد بن قاسم نے ان کو معاف کر کے جزیہ مقرر کر دیا۔

محمد بن قاسم نے برہمنوں کو پہلے کی طرح قابل احترام قرار دیا اور ان کا پہلے کی طرح اثر و رسوخ برقرار رکھنے کیلئے پروانہ جاری کر دیا۔ یہ عنایات و اکرام نے بعضوں کو بہت متاثر کیا اور ان میں سے کئی ایمان لے آئے۔

عوام و خواص ہر ایک سے خاص مہربانی کی ہر طرح انکو خاموش کیا اور محمد بن قاسم نے عوام سے خطاب کیا کہ تم سے کوئی بازپرس نہ ہو گی ہر ایک کی مراد حسب حیثیت پوری کی جائے گی تم پر مہربانی اور درگزر واجب سمجھا جائے گا (فتح نامہ سندھ صفحہ ۲۹۷)

اس کے بعد محمد بن قاسم نے عوام کی طرف سے بھیجی گئی درخواستوں پر پورا پورا غور کیا عراق اور شام کے یہودیوں، نصرانیوں، برہمنوں اور مجوسیوں کو ان کی طرز پر رہنے کی اجازت دی اور کہا تم سب نے ہماری فرمانبرداری کی اور جزیہ مقرر کرایا اس کے علاوہ ہمارا تم پر کوئی حق اور تصرف نہیں۔

اسی دوران محمد بن قاسم کو خلیفہ کا بلاوہ آیا اور وہ ہند و سندھ سے روانہ ہو گئے روانگی کے دوران مختلف مقامات پر عوام نے ڈھول اور شہنائیوں سے محمد بن قاسم کی پذیرائی کی جیسیں سماں، لوہانہ اور سہتوں کے رئیس سر اور پا برہنہ ہو کر آتے تھے، عوام و خواص کی یہ محبت محمد بن قاسم کی غریب پروری اور عفو و درگزر کا نتیجہ تھی۔

داہر کی دو کنواری بیٹیاں خلیفہ ولید بن عبدالمالک کی خدمت میں پیش کی گئیں داہر کی بیٹی جینگی کی جب خلیفہ ولید بن عبدالمالک سے جب گفتگو ہوئی تو اس نے بیان دیا۔

" محمد بن قاسم پاکدامنی کے اعتبار سے ہمارے لئے باپ اور بھائی جیسا ثابت ہوا

اور ہم کنواریوں پر اس نے کبھی دست درازی نہ کی۔

داہر کی بیٹی چنگی کا یہ بیان محمد بن قاسم کی پارسائی پر یقین کرنے کے لئے دلیل ہے۔ محمد بن قاسم کے اسی کردار اور فیاضیانہ برتاؤ سے کئی برہمن اور عوام مسلمان ہوئے کیونکہ اسلامی اخلاق و کردار کا جیتا جاگتا نمونہ ان کے سامنے تھا۔ جہاں جہاں محمد بن قاسم کو فتوحات ہوئیں اس نے مسجدیں اور منبر تعمیر کروائے۔

تاریخ بلاذری اور فتوح البلدان میں مذکور ہے۔

محمد بن قاسم کے اسی کردار اور لیاقت کی رو سے نہ صرف عرب فوجوں میں مقبول تھا بلکہ اپنی رواداری اور حلم و انصاف کی وجہ سے مقامی رؤسا، افسران اور عوام کو بھی اس نے اپنا دوست اور ہمدرد بنا لیا تھا، اس لئے مقامی باشندے اور اس کی فوج اس کے دست و بازو بن گئے تھے۔

خلیفہ ولید کی وفات کے بعد سلیمان بن عبدالمالک خلیفہ ہوئے جن کے خاص مشیران حجاج بن یوسف سے عناد رکھتے تھے نئے خلیفہ بھی حجاج سے حجاب رکھتے تھے۔ کیونکہ حجاج نے ولید بن عبدالمالک کے بعد ان کے بیٹے عبدالعزیز کے خلیفہ بننے کی تجویز کی حمایت کی تھی۔

حجاج بن یوسف سے یہ عداوت محمد بن قاسم کیلئے خلیفہ سلیمان بن عبدالمالک کے دور میں گرفتاری کی سزا بنی۔

محمد بن قاسم کی گرفتاری اور اسے برے برتاؤ کے ساتھ لیجانے کے حادثے نے مقامی باشندوں کو بڑا رنجیدہ کیا وہ اس کی روانگی کے وقت روئے اور انہوں نے محمد بن قاسم کی یادگار تصاویر بنائیں۔ (بلاذری اور فتوح البلدان)

صرف سیاسی منفعت اور خود غرضی کی خاطر داہر کے کردار کو ستھرا پیش کیا جائے اور اس کے مکروہ اقدامات سے چشم پوشی کی جائے تو یہ زبردست ناانصافی ہے اور خود ایسا کرنے والوں کی گندی اور پست ذہنیت کی نشاندہی ہے۔

محمد بن قاسم کے دور اس کی آمد کے اسباب اور فتوحات کا بیان مختلف تواریخ کے

حوالوں سے قارئین تک پہنچانے کا مقصد صرف اور صرف اُن غلط پروپیگنڈہ کا سدّباب کرنا ہے جس کی آڑ میں شر پسند اور متعصب اسلام لوگ مسلمانوں کو غاصب ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہ وہ تاریخی حقائق پیش کئے گئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے مسلمان صرف اور صرف امن و سلامتی کا پرچم لیکر چلے جہاں گئے اس خطہ کے لوگوں کو غلامی اور لاچاری کی قید سے آزاد کرایا اور ایک دائمی آفاقی نظام عدل دیا۔

یہ اس کا نتیجہ ہے ہم آج بھی سندھ و ہند میں مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد دیکھتے ہیں جو فوجی دباؤ سے نہیں بلکہ اسلام کے آفاقی نظام کو سمجھ کر، دل سے اپنا کر بغیر کسی جبر کے مسلمان ہوئے ہیں۔

باب سوئم

الف :۔ سندھ کے چند مشہور خاندانوں کے شجرۂ نسب

- شاہ عبداللطیف بھٹائی رح
- بھٹو خاندان
- مخدوم خاندان
- پگارا خاندان

(ب) لفظ مہاجر کی اصطلاح

(ت) دنیا میں قومیتوں کی حقیقی اساس

(ث) ہماری راہ عمل اور تمام موجودہ مسائل کا حل

(ج) دعا

جیسا کہ عرض حال میں بیان کیا جا چکا ہے اس کتاب کا مقصد مسلمانوں کی خستہ حالی کے اسباب اور ایسے تمام محرکات جو مسلمانوں میں ٹوٹ پھوٹ کا سبب ہیں اور قوم مسلم کو پارہ پارہ کئے جا رہے ہیں ان تمام عوامل کی بیخ کنی کی جائے اور قوم کے نوجوانوں کو صحیح فکر فراہم کرنے کیلئے ان جھوٹے قومیتوں کے دعویداروں کی علمی اور عقلی طور سے توجیہہ کر کے قلعی کھول دی جائے تاکہ امت مسلمہ اس نفاق سے بچ جائے اور خدا تعالیٰ کی نعمتوں اور اسلام کے بہترین اصول وضوابط اختیار کر کے ایک خوشحال منزل کی طرف گامزن ہو جائے

اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہر طرح کے قدرتی وسائل سے آراستہ وپیراستہ یہ خوبصورت ملک عطا کیا ہے۔ جس کی زمین کے اندر سونا اوپر سونا، معتدل موسم، وافر پانی بہترین زرعی وسائل جن کو بروئے کار لا کر آپس کے جھگڑے ختم کر کے ہم اس ملک اور اس کے افراد کو بہترین خوشحالی فراہم کر سکتے ہیں۔ ہم ایسا کیوں نہیں کرتے؟

ہم کیوں ایک ہولناک اور تباہ کن منزل کی طرف بڑی تیزی سے رواں دواں ہیں؟

اس کا جواب صرف یہ ہے کہ تقسیم در تقسیم Divide and Rule کی پالیسی کے تحت ایک خاص طبقہ باطل قوموں کا آلہ کار نہیں چاہتا کہ اس کی بالادستی ختم ہو اور خوشحالی عام ہو جائے۔

باطل قومیں نہیں چاہتیں کہ ہم انکی محتاجی سے آزاد ہو جائیں ان جھوٹے تقسیم در تقسیم یعنی Divide and Rule کے تحت دیئے گئے نعروں کی قلعی کھولنے کیلئے میں قارئین کرام کی خدمت میں سندھ کے مشہور خاندانوں کے شجرہ ہائے نسب پیش کر کے ثابت کروں گا کہ منتقلی، سکونت ہر خاندان اور ہر دور میں ہوتی رہی ہے یہ فطری اصول ہے اور اس طرح کرنے سے قومیت مسلم کا لیبل بدل نہیں جاتا ہاں پہچان کیلئے مختلف نام استعمال ضرور ہوتے ہیں لیکن ان ناموں سے کوئی اللہ کی اس زمین کا دعویدار بن جائے یا بمقابلہ دوسروں کے برتر یا کمتر سمجھا جائے قطعی بے بنیاد اور غلط ہے۔

شاہ عبداللطیف بھٹائی

سندھ کے مشہور درویش صوفی شاعر حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کے خاندان اور زندگی کے حالات پر کافی لوگوں نے حتی الامکان کوشش فرمائی ہے جن میں جناب میر عبدل حسین خان تالپور، مرزا قلیچ بیگ، لیلارام وطن مل، ڈاکٹر ہوت چند گربخشانی مسٹر جیٹھ مل پرسرام، ڈاکٹر سارلی اور مولوی دین محمد وفائی قابل ذکر ہیں۔

سید شاہ عبداللطیف بھٹائی سید میر علی ہراتی کے فرزند سید حیدر کی اولاد میں سے ہیں جو سندھ میں مٹیاری سیدوں کے نام سے معروف ہیں آپ اس گھرانے کے جلال پوتر قبیلے سے ہیں جو اپنی نسبت حضرت امام موسیٰ کاظم کے صاحبزادے حضرت جعفر ثانی الحواری سے کرتے ہیں۔

سید حیدرؒ کے بارے میں تاریخی شجروں سے معلوم ہوتا ہے آپ امیر تیمور کے ہندوستان میں آنے کے زمانے ۸۰۱ھ سے ۸۰۶ھ کے بیچ میں ہی آئے تھے۔ سید صاحب سندھ کی سیر کرتے ہوئے ہالا کنڈی میں آگئے جو اب ہالا شہر کے نام سے مشہور ہے آپ وہاں کچھ عرصہ رکے اور ارباب شاہ محمد ہالی کی دختر سے شادی کی، جسمیں سے سید میر علی پیدا ہوگے۔ سید میر علی سے تین بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام سید شرف الدین، سید احمد اور سید مرتضیٰ تھے۔ پہلے کی اولاد شرف پوٹہ کہلانے لگی جبکہ دوسرے کی اولاد ان کے بیٹے سید میر کے نام سے میر پوٹہ کہلانے لگی، سید مرتضیٰ کے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ آپ شاہ بھریا کے نام سے مشہور ہوئے اور آپ کا مقبرہ مانجھند کے شمال میں ہے۔

متذکرہ بالا سیدین کی اولاد کا زیادہ حصہ کچھ عرصہ ہالا میں رہنے کے بعد کچھ دور اسی راستے کے ساتھ ساتھ ایک چھوٹے سے گاؤں میں جا بسا۔ اس گاؤں کا نام ایک مٹکا بھرنے والے فقیر، جو مسافروں کے پانی پینے کیلئے مٹکا بھرتے تھے، ان کی وجہ سے مٹ وادو گوٹھ پڑ گیا، جو آگے چل کر مٹیاری ہوگیا۔ سیدوں نے اپنے عروج کے زمانے

میں اس گاؤں کا نام "متعلوی" رکھنے کی کوشش کی، اس وقت سندھی کا رسم الخط فارسی تھا فارسی میں "ٹ" نہ ہونے کی وجہ سے متعلوی لکھنے میں آیا اور یہاں کے سید بھی "متعلوی" کہلائے، متعلوی سیدوں کا ہالا سے ہجرت کر کے مٹیاری جانے کا پورا زمانہ معلوم نہ ہوسکا بہر حال قدیم روایات سے معلوم ہوتا ہے وہ ۸۲۰ ھ سے ۸۴۰ ھ کے درمیان وہاں سے منتقل ہوئے۔ بعد میں معاشی تنگی، تعصب، رسم ورواج کی خامیوں اور خرابیوں کی وجہ سے یہ لوگ اپنی سہولت کی خاطر دوسرے علاقوں میں سکونت اختیار کرتے رہے۔ مٹیاری میں رہائش کے دوران ہی متعلوی سید چار قبیلوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔

جلال پوٹہ

باقیل پوٹہ

موسٰی پوٹہ

میئں پوٹہ

جلال پوٹہ سید جلال عرف جرار کی اولادیں سے ہیں اس وقت مٹیاری میں اس قبیلے کے سجادہ نشین سید عالی شیر شاہ ہیں۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی، سید شاہ عبدالکریم بلڑی والے، سید ہاشم شاہ اور سید شاہ رکن الدین اس قبیلے سے متعلق ہیں۔

(ماخذ پیغام لطیف نومبر ۱۹۵۱ء)

بھٹو خاندان

مرحوم ذوالفقار علی بھٹو کا خاندان اصل میں پنجاب سے ہجرت کر کے سندھ میں آباد ہوا۔ سندھ میں سب سے پہلے ان کے پڑدادا میاں محمد خان وارد ہوئے۔

ایک روایت کے مطابق وہ اصل میں جیسلمیر کے راجپوت گھرانے "بُھٹہ" خاندان کی شاخ ہیں۔ ذوالفقار علی بھٹو کے دادا خدا بخش نے رتو ڈیرو کے قریب اپنا گاؤں گڑھی خدا بخش بنایا تھا۔ زیڈ اے بھٹو کے والد سر شاہنواز بھٹو نے دو شادیاں کیں، پہلی بیوی میں سے دو لڑکے امداد علی اور سکندر علی پیدا ہوئے جو کہ ان کی زندگی میں ہی انتقال کر گئے اور دوسری بیوی محترمہ خورشید شاہنواز بھٹو سے مورخہ ۵ جنوری ۱۹۲۸ء کو ذوالفقار علی بھٹو لاڑکانہ میں پیدا ہوئے۔

بحوالہ "روزنامہ عبرت حیدرآباد" مورخہ ۵ جنوری ۱۹۸۸ء

مخدوم خاندان

موجودہ مخدوم خاندان جو کہ ہالا شہر ضلع حیدرآباد میں مقیم ہیں اور اس وقت اس خاندان کے معزز مخدوم محمد زمان شاہ طالب المولیٰ اپنے مریدوں کے روح رواں ہیں۔ وہ حضرت مخدوم سرور نوحؒ کی اولاد میں سے ہیں۔

حضرت مخدوم نوح کے آباؤ اجداد میں سے شیخ فخر الدین کبیر ملک عرب سے ہجرت کر کے برصغیر آئے اور ڈیرہ غازی خان (پنجاب) کے قرب دجوار میں قصبہ کروڑ میں قیام پذیر ہوئے شیخ فخر الدین کبیر کچھ عرصہ کوٹ کروڑ میں قیام کرنے کے بعد سندھ کے ایک شہر بوبک چلے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا انتقال بوبک میں ہی ہوا اور وہیں پر ہی مدفون ہوئے۔ لیکن دلیل الذاکرین میں ہیں کہ آپ نے سیوستان میں وفات پائی اور حضرت شہباز قلندر کے مزار کے قرب دجوار میں مدفون ہوئے۔

شیخ فخر الدین کبیر کے بوبک چلے جانے کے بعد ان کے پوتے شیخ فخر الدین صغیر

نے بھی ڈیرہ غازی خان کو خیر آباد کہہ دیا اور انہوں نے بھی سندھ کا رُخ کیا اور ہالاکنڈی (پرانا ہالا) کے مقام پر سکونت اختیار کی۔

بحوالہ "ماہانہ اظہار" کراچی اشاعت جنوری، فروری ۱۹۸۴ء

پگارا خاندان

پیر مردان شاہ (موجودہ پیر پگارا) بن پیر صبغت اللہ شاہ بن پیر مردان شاہ بن سید محمد راشد بن سید محمد بقا شہید بن سید عبدالقادر بن خواجہ صالح شاہ بن خواجہ شمس الدین بن خواجہ حامد شاہ بن خواجہ شمس الدین محمد بن خواجہ عبدالقادر بن خواجہ شمس الدین بن خواجہ عبدالقادر بن خواجہ حامد شاہ گنج بخش بن خواجہ عبدالرزاق بن خواجہ عبدالقادر بن خواجہ محمد غوث بن شمس الدین محمد گیلانی بغدادی بن سید شاہ میر بن سید ابوالحسن علی بن سید مسعود بن سید ابوالعباس احمد بن صفی الدین بن شیخ سید نصر نصراللہ بن عبدالوہاب بن شیخ محی الدین، عبدالقادر جیلانی (قدس اللہ

لفظ مہاجر کی اصطلاح

حقیقت حال یہ ہے کہ سب کسی نہ کسی وقت کے مہاجر ہیں اگر کوئی دو ہزار سال پہلے آیا تو وہ دو ہزار سال پہلے کا مہاجر اور اگر کوئی سو برس پہلے آیا تو وہ سو برس کا مہاجر، خود مقامی ہونے اور مقامی کیے جانے کے دعویدار جس میں لفظ مقامی کے تعین کا فیصلہ تصفیہ طلب ہے اور انھیں بھی مقامی کی تعریف کے سلسلے میں مختلف آراٗ پائی جاتی ہے۔

سو مقامی یا مہاجر سے مراد کوئی قومیت نہیں کی جاسکتی کیونکہ مختلف ادوار میں مختلف ٹولیوں کے لوگ ہجرت کے عمل سے مہاجر ہوتے رہے، ہاں اگر کوئی یہ جاننے کے باوجود مقامی ہونے کا دعویدار ہے تو ثابت کرے کہ میں مہاجر نہیں ہوں میرے آباؤ اجداد ہمیشہ سے یہیں تھے ہمارا کوئی رشتہ دار یا عزیز کہیں باہر سے نہیں آیا۔

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے تو ہجرت کے فطری عمل کو بھی قوانین اور ضوابط اسلام نے عطا کیے اسلام کے نکتہ نگاہ سے ہر وہ شخص مہاجر ہے جو دین کی خاطر منتقلی سکونت اختیار کرتا ہے باقی سب مجبور ہیں تو جو دین کی خاطر ہجرت کرے گا ہر حال میں اس کا مطمع نظر شعار اسلام پر چلنا ہوتا ہے اور ہجرت انہی کیلئے باضابطہ یا قانونی ہے۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی ضمن میں حدیث مبارکہ ہے کہ کامل مہاجر وہ ہے جو اس چیز کو چھوڑ دے جسے اللہ نے منع کیا ہے (مشکواۃ شریف) اب ہمارے یہاں دوسری اصطلاح جو استعمال ہوئی وہ ہے انصار نہ کہ مقامی اس بناء پر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دو کے حقوق کا تعین فرمادیا۔

اب ان دونوں اصطلاحات سے مراد قومیتوں کا لینا یا اور کوئی نسلی یا لسانی امتیاز رکھ کر یا غرض کسی بھی خصوصیت کی بناء پر قوم کی بنیاد رکھنا نہ صرف حق سے تصادم ہے بلکہ خود فریبی ہے جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام مسلمان ایک ہی برادری ہیں تو مسلمانوں میں لسانی علاقائی اساس پر قومیت کا مراد لینا تفہیم کی بدترین غلطی ہے یہ اگر مہاجر اور انصار ہیں تو ایک برادری میں ہوتے ہوئے صرف اپنے اپنے فرائض کی تقسیم کی خاطر مہاجر اور انصار کہلائے تاکہ ہر دو اپنے فرائض کی بجا آوری کیلئے کوشاں رہے چہ جائیکہ تفرقہ اور امتیاز کیا جائے کسی بھی قسم کا۔

دنیا میں قومیتوں کی حقیقی اساس

جہاں تک قومیتوں کا تعلق ہے۔ نظریاتی لحاظ سے دو ہی قومیں ہیں ایک حق پر اور ایک باطل پر۔ (یعنی مسلم اور غیر مسلم)

اب ہر وہ بات جس کے انفرادی اور اجتماعی ہر دو صورتوں میں یعنی وجود انسانی اور تمام معاشرے پر تعمیری اور مثبت اثرات مرتب ہوں حق ہے اور ہر وہ بات جس کے انفرادی اور اجتماعی دونوں حالتوں میں تخریبی اور منفی اثرات ہوں وہ باطل ہے۔

تو دنیا میں حق پر چلنے والے اس کائنات کی سب سے بڑی حقیقت اللہ بزرگ و برتر پر ایمان لاتے ہیں اس سے رابطہ کیلئے تمام پیامبر پر ایمان لانے والے اور انکی تعلیمات پر چل کر زمین کے تمام فسادات سے دوری اختیار کرنے والے، انسانی اقدار اور بھلائی کے عملی علمبردار یہی بات انکی خوشحالی اور اطمینان کا باعث ہے۔

دوسرے ان تمام حقائق سے انکاری مسائل کے تدارک کیلئے اپنی عقل جزِ استعمال کرتے رہے خدا سے رابطہ نہ رکھنے کی وجہ سے خدائی قوانین سے مستفیض نہ ہو سکے بالآخر حق سے تصادم کی بناء پر زمین میں فسادات اور لوگوں کے استحصال کا سبب بنتے ہیں۔

آج کا مسئلہ صرف یہ ہے کہ انسان اپنی منزل چھوڑ کر بھٹک گیا یہاں قومیت اور عصبیت کی وجہ کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ ہم نے کسی حقیقی اساس کے بغیر قومیتوں کو پیدا کر لیا۔ اور لوگوں میں اختراق ڈال دیا۔

اسلام کے دعویدار ممالک بشمول پاکستان جہاں مسلم قومیت کے نظریئے کی عملی طور پر انحرافی کی گئی باطل قوتوں نے انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور تقسیم کا یہ عمل کوئی حقیقی اساس نہ ہونے کی وجہ سے ہنوز جاری ہے قوم مسلم مصری، شامی، سعودی، عراقی، ایرانی میں منقسم ہو گئی وطنیت کی اصطلاح قومیت کی بنا د بن گئی برصغیر میں پاکستان اور بھارت کی تقسیم ہو گئی یہاں نکتہ یہ ہے کہ پاکستان ہونے کی اصطلاح کا اطلاق وطنیت کی حد تک رہتا تو بات نبھ جاتی لیکن پاکستانی قوم کہنا غیر حقیقی ہی رہا اور واقعتاً پاکستان میں رہنے والے مسلمان اور غیر مسلم ایک متحدہ قوم بن سکے اور نہ بھارت میں اپنی جھوٹے نسلی امتیاز کے دعویداروں نے مسلمانوں کو اپنی قوم کا جز تصور کیا۔

کیسی عجیب بات ہے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء تک تو غیر منقسم ہند کے تمام مسلمان پورے جوش و جذبے کے ساتھ اپنے آپ کو ایک علیحدہ قوم تسلیم کرانے کیلئے بھرپور جدوجہد کر رہے تھے لیکن جب ان کا یہ مطالبہ انگریزوں اور ہندوؤں نے تسلیم کر لیا اور پاکستان بن گیا تو یکا یک مسلمانوں کے لیڈروں نے مسلمانوں کو تلقین کرنی شروع کر دی کہ ان میں جو پاکستان میں رہتے ہیں وہ پاکستان میں رہنے والے غیر مسلموں کو اپنا ہم قوم سمجھنے لگیں اور ان میں سے جو بھارت میں رہ گئے ہیں وہ بھارتی قومیت میں اپنے آپ کو ضم کر دیں۔

مسلمان لیڈروں کی یہ سوچ اور تلقین سراسر خلاف حقیقت اور خلاف فطرت تھی اس کے برعکس ہوتا یہ کہ غیر مسلموں کو اسلامی قوانین کی رو سے جو مراعات ہیں وہ دیتے سو یہ

خدائی قوانین کے ساتھ مذاق ہوا۔

چنانچہ بھارت میں رہ جانے والے مسلمان اپنے لیڈروں کے بیانات سے شدید مایوسی کا شکار ہوئے اور قیام پاکستان سے لیکر آج تک وہ پاکستان بنانے کے جرم میں نشانہ ظلم و ستم بنتے چلے آرہے ہیں ۔

دوسری طرف پاکستان میں رہنے والے مسلمانوں نے جب یہ دیکھا کہ اسلام اور اسلامی قومیت کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے تو پاکستان کے مختلف علاقوں کے رہنے والے اور مختلف زبانیں بولنے والے اپنی عقلی بنیاد پر اپنے اپنے مفادات کے پیش نظر علاقائی اور لسانی قومیتوں میں منقسم ہونا شروع ہو گئے جو کہ پھر ایک غیر فطری عمل ہے اور جس کا نتیجہ استحصال اور بربادی کی صورت میں ہو رہا ہے جو کہ مکمل تباہی کا راستہ ہے ۔

الحاصل کلام ثابت ہوا قانون فطرت سے جو کوئی متصادم ہوگا اس میں سوائے نقصان کے کبھی کوئی فائدہ نہ ہوگا جو لوگ یہ سمجھتے ہیں یا کہتے ہیں کہ ہماری زمین ہے یا ہم اس ملک کے مالک ہیں اور ہم اس میں کسی کو رہنے یا آنے کی اجازت نہیں دینگے اور جو لوگ آچکے ہیں ہم ان کو ضرور اپنے ملک سے نکال دیں گے تو انسان کس قدر نادان اور بھولا ہوا ہے کہ وہ اس کرۂ ارض کی کسی ایک چیز کا مالک نہیں ہے جبکہ اس کا خود اپنا وجود بھی اپنی ملکیت نہیں اگر اپنی ملکیت سمجھتا ہے تو ثابت کرے جب اس کی موت آئے گی تو نہیں مرے گا یا وہ کبھی بیمار نہیں پڑے گا ۔

اس طرح جس زمین یا ملک کو اپنی ملکیت سمجھتا ہے تو اس کو چاہیئے کہ ملکیت کی تعریف کیا ہے، اس پر غور کرے اور سمجھ لے جو مکان تو نے اپنے لیئے بنایا ہے وہ بھی تیرا نہیں بلکہ دوسروں کیلیئے بنوایا گیا ہے سانس نکلتے ہی تجھے اپنے مکان سے جس کا تو دعویدار تھا نکال باہر کیا جاتا ہے ۔

پس ایسے حقائق کے پیش نظر ہمیں یہ سمجھنا چاہیئے کہ ہم سب مہاجر ہیں اور ایک وقت معینہ پر ہم اس سرائے خالی سے عالم بقاء کی طرف پھر ہجرت کر جائیں گے اور اپنی

ابدی زندگی کے دور کا آغاز کریں گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولِلّٰہ میراث السمٰوٰتِ والارض ۔۔ ترجمہ! اور آسمان وزمین سب کا وارث اللہ ہی ہے۔ اس کے برعکس کسی ملکیت کے دعویدار اگر دو فریق ہوں گے تو یقینی آپس میں جھگڑیں گے اور فساد برباد کریں گے اصل جھگڑے کی بنیاد مالک تو کوئی اور ہے اور ہم دو فریق تصرف بیجا کر کے آپس میں جھگڑتے ہیں کتنی افسوسناک اور ناقابل تلافی غلطی ہے۔

ان تمام حقائق کو مدنظر رکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ہر پہلو سے عالمگیر نظریات رکھتا ہے اور اسلام مسائل پر نہیں حقائق پہ بات کرتا ہے، حق پر چلیں گے تو مسئلے آپ ہی ختم ہو جائیں گے آج یہ جو عصبیت کا زہر ہے غیر فطری ہے اور ہر غیر فطری عمل کا نتیجہ استحصال ہے۔

انسان خلاصہ کائنات ہے تمام موجودات جمادات نباتات، حیوانات خود فنا ہو کر انسانی زندگی کا سبب بنتے ہیں اور حضرت انسان خدا کیلئے فنا ہو کر ہر باطل خواہشات کو رد کرے اپنی معراج پاتا ہے مومن اللہ کے نزدیک ملائکہ سے زیادہ کرامت رکھتا ہے وجہ یہ ہے کہ فرشتے طاعت پہ مجبور ہیں یہی انکی سرشت ہے انھیں عقل ہے شہوات نہیں اور بہائم میں شہوت ہے عقل نہیں۔ انسان شہوات و عقل دونوں کا جامع ہے تو جس نے عقل کو شہوات پر غالب کیا ملائکہ سے افضل ہے اور جس نے شہوات کو عقل پر غالب کیا وہ حیوانات سے بدتر ہے انسان کا سفلی درجہ حیوانیت سے ناطہ رکھتا ہے اور جیسا کہ خلاصہ کائنات ہے تمام حیوانات کی خصوصیات اسکے اندر ہیں اسلام نے انسان کے ہر جذبے کو قوانین اور ضوابط عطا فرماتے ہیں اور ہر طرح رہنمائی فرمائی ہے۔

انسان تصور کریں کسی بھی جذبے کیلئے کوئی قانون اور ضابطہ اپنے اوپر لاگو نہیں کرتا تو وہ ہر جذبہ میں اسفل کی انتہائی پستیوں کو چھوتا نظر آئے گا کیونکہ اس میں لومڑی جیسی مکاری سوئر جیسی بے حیائی اور درندوں کی درندگی اور سفاکی بھی ہے جس کا مظاہرہ آج روز ہو رہا ہے بادیان قوم جو بھی آئے انھوں نے انسانی اقدار کا پرچار کیا اخلاقی ضابطے اور نظریات

دیگرانسانیت اور اسکی معراج حاصل کرنے کا درس دیا نسلی، لسانی، طبقاتی اور رنگت کے یہ تمام جھگڑے انسانوں کی سماجی، معاشرتی اور اخلاقی پستی اور تنزلی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

تو بشر چلا انسان اپنی منزل چھوڑ کر بھٹک گیا اور اس بے راہ روی کے غلط اثرات انفرادی اور اجتماعی طور پر تباہی اور بربادی کی صورت میں اس معاشرے پر مرتب ہو رہے ہیں۔

ہماری راہ عمل اور تمام موجودہ مسائل کا حل

ان تمام فسادات کا واحد حل یہی ہے کہ ہم تمام نظریات کو حق کی کسوٹی پر پرکھیں اور ہر ناحق کو رد کر دیں کیونکہ انسان مظہر خدا ہے خدا سے رابطہ ہی اسے صحیح منزل کی طرف رہنمائی اور جلا دے سکتا ہے۔ قوانین شریعت انسان میں سے حیوانیت اور درندگی کے عناصر کی بیخ کنی کر کے یا مغلوب کر کے انسانی عنصر کو جلا دیکر انسانی اقدار کو اجاگر کرتے ہیں اور یہی نظام ہے جو لوگوں کے منفی جذبات حسد، حرص، عصہ اور اشتعال انگیزی وغیرہ کو مثبت نکتہ نظر کی شکل میں ڈھال دیتا ہے تو اس کو جبراً یا اخلاقاً دونوں طریقوں سے انفرادی اور اجتماعی طور پر نافذ ہونا چاہیئے اور یہ بصیرت خود عمل کے نتیجے میں فرد کو یا افراد کو پابند کرتی ہے۔ انسانوں کا استحصال جب تک ہوتا رہے گا جب تک انسان پر انسان کے بنائے ہوئے قوانین لاگو ہوتے رہیں گے انسان کی فلاح و معراج اسی میں ہے کہ صرف اور صرف خدائی قوانین کا پابند ہو جائے۔

قرآن حکیم تمام انسانوں کیلئے ایک نعمت ہے اور مسلمانوں کیلئے خوشخبری ہے۔ ارشاد ہے۔

ترجمہ: بیشک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے ایمان والوں کو جو اچھے کام کریں کہ ان کے لئے بڑا ثواب ہے (بنی اسرائیل ۹)

کسی فرد کے ماننے یا نہ ماننے سے حق کی حقانیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا اس لئے قرآن حکیم میں رب تعالیٰ نے فرمایا۔

ترجمہ: اگر تم بھلائی کرو گے اپنا بھلا کرو گے اور اگر برا کرو گے اپنا

جب اسلام نے ہجرت کے فطری عمل کو باضابطہ (LIGALLISED) کر دیا اور لوگ اب دین کی خاطر منتقل سکونت اختیار کرنے لگے تو مہاجر اور انصار کی اصطلاح رائج ہوئیں اور وہ تمام معاملات پیش آئے جنہیں فکر کر کے آج کے تمام موجودہ مسائل کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے

تمام مسلمانان عالم کیلئے رب تعالیٰ نے فرما دیا کہ تم سب کی وحدت کی اساس اس بات میں مضمر ہے کہ تم اپنے ہر معاملے میں سرکار ؐ کی ذات مبارکہ کو ہی رہبر جانو اور ان کے فرمائے ہوئے فیصلے پر ذرا سی بھی تنگی دل میں محسوس نہ کرو اور فرمایا تعظیم نبی ہی شعار دین اور تمہارے ایمان و پرہیزگاری کی کسوٹی ہے۔

اور پھر وہ ناقابل تردید حقیقت بیان فرمائی کہ جس سے تمام قسم کی نسلی برتری اور تفاخر کی بیخ کنی ہو جاتی ہے فرمایا۔

ترجمہ: اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو بیشک اللہ ہی جاننے والا اور خبردار ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ تمام مسلمان مسلمان بھائی ہیں (جب کبھی انمیں نزاع ہو) تو اپنے دونوں بھائیوں میں صلح کر دو اور اللہ سے ڈرو کہ تم پر رحمت ہو (حجرات)

اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کچھ اوصاف متعارف کرا کر دو مسلمانوں کے درمیان نزاع کے اسباب کو حتی الامکان رفع فرمایا ہے۔

فرمایا۔ اے ایمان والوں بہت گمانوں سے بچو بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارہ نہ ہوگا اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔ (سورۃ حجرات)

اس کے علاوہ فرمایا

ترجمہ: اے ایمان والو نہ مرد مردوں سے ہنسیں عجیب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے دور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ نہ کرو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو۔

آج ایک دوسرے کیلئے دلوں میں کدورتیں، نفرتیں ہر شخص دوسرے سے خائف صرف اور صرف غلط فہمی اور عدم اعتماد اور بدگمانی کا نتیجہ ہیں جبکہ دین ہمارا ایسے اقدار انسانی متعارف کراتا ہے کہ جن پر چل کر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کیلئے صرف اور صرف امن و سلامتی کا خواہاں ہو،

دوسری طرف جیساکہ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نزاع کی صورت میں دو بھائیوں میں انصاف سے صلح کرادو۔

تو اس میں بھی منصف کیلئے فرمایا کہ دینی رشتہ تمام دینوی رشتوں حتیٰ کہ خونی رشتوں سے بھی عزیز ترین ہونا چاہیئے اور قرآن حکیم میں ارشاد ہوا۔

آیت: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے انکی مدد کی (سورۃ حدید ۲۲)

یعنی اسلام نے عدل کے تقاضے پورے کرنے کیلئے وہ مثال قائم کی کہ جس کی مثال دنیا کے تمام نظاموں کو ایک چیلنج ہے اور فرمایا۔ اے ایمان والوں تمہاری کچھ بی بیاں اور بچے تمہارے دشمن ہیں تو ان سے احتیاط رکھو (یعنی جو دینی امور سے کسی طرح تمہیں باز رکھنے کا سبب ہوں (سورۃ تغابن آیت ۱۶)

اور اسی ضمن میں سورۃ منفقون میں رب تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی کہ

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! تمہارے مال نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کرے اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ نقصان میں ہیں (سورۃ منفقون آیت ۵)

یہ مختصر سا مسلمانوں میں دینی تعلق اور انصاف وعدل کی کسوٹی اور منصف کا معیار عرض کرنے کے بعد تمام مسلمانوں سے التجا کروں گا کہ خدا کے واسطے اندھیروں میں بھٹکنے کے بجائے اپنے دین کی احادیث کو سمجھیں اور اپنے دین کا علم حاصل کریں اور اس علم کی روشنی میں عمل کریں تو انشاءاللہ دین و دنیا کی خوشحالی خود ہی میسر آجائے گی، کیونکہ قرآن حکیم بغیر کسی امتیاز کے ہر اس فرد کو جو خدائی قوانین کو عملی طور پر بجالائے دعوے کے ساتھ خوشخبری سناتا ہے کہ۔

ترجمہ: جو اچھا کام کرے مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو ہم دنیا میں بھی اس کی زندگی اچھی طرح بسر کرائیں گے اور انکو آخرت میں بھی ان بہترین اعمال کا صلہ ضرور عطا فرمائیں گے۔

ان تمام نعمتوں اور خوشحالی کی ضمانت کے بعد بھی اگر کوئی حق سے استفادہ نہ کرے تو بھی فطرت کے اصولوں سے کوئی شخص اپنے طور اپنی منشا کے مطابق آزاد نہیں ہوسکتا۔ اس لیئے رب تعالیٰ نے اس حقیقت کے بیان میں فرمایا۔

ترجمہ: تو کیا اللہ کے دین کے سوا اور دین چاہتے ہیں اور اسی کے حضور گردن رکھے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی سے اور مجبوری سے اور اسی کی طرف پھریں گے (آل عمران)

قرآن حکیم ہر فرد کو دعوت فکر دیتا ہے آج ہم مذہب کی واضح ہدایات کے باوجود اس کے خلاف عمل ہی نہیں کر رہے بول بھی رہے ہیں، ہم سب کا حق ماننے اور انصاف پہچاننے کی ضرورت تسلیم کرتے ہیں مگر نہ کسی کا حق مانتے ہیں نہ کسی کو انصاف پہنچاتے ہیں، آج اسلام کا پیش کردہ انصاف وعدل کا معیار دنیا کے تمام ازم اور نظاموں کو چیلنج ہے۔ آج ملک میں بڑھتی ہوئی بے چینی اور کش مکش کا واحد سدباب اور ہم سب کی نجات اسی میں ہے کہ۔

صرف اسلامی قومیت کو پورے شعور کے ساتھ اختیار کریں اور اس کے تمام تقاضوں کو ایمانداری کے ساتھ پورا کرنے کی کوشش کریں یعنی۔

غلبہ اسلام کو قومی نصب العین کے طور پر اختیار کیا جائے، انفرادی یا اجتماعی طور پہ

اسلامی ضابطے سے انحراف کو ملک کی بنیاد سے انحراف سمجھا جائے۔

اسلامی فکر کی ترویج واشاعت کو ملک میں اوّلین سرگرمی قرار دیا جائے۔

ذمہ داری کے تمام مناصب پر فائز ہونے کیلئے اسلام کے علم اور اسلامی تعلیمات کے مطابق عمل کو اوّلین وجہ ترجیح سمجھا جائے۔

روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے ملازمت درکار ہے۔

آپؓ نے سوال کیا۔ قرآن پڑھے ہوئے ہیں۔

جواب میں اس شخص نے کہا نہیں۔

آپؓ نے فرمایا ہماری مملکت میں کسی ایسے شخص کو کیسے ملازمت مل سکتی ہے جو ناواقفِ قرآن ہو۔

وہ شخص چلا گیا کچھ عرصے کے بعد حضرت عمرؓ کا گذر بازار سے ہوا آپؓ نے اس شخص کو دیکھا تو مزاج پرسی کی اور پوچھا کیا تم مجھے پہچانتے ہو اس شخص نے کہا امیر المومنین آپ کو میں کیسے بھول سکتا ہوں۔

آپؓ نے پوچھا کیا کر رہے ہو؟

اس نے جواب میں کہا آپ رضؓ نے کہا تھا کہ ناواقفِ قرآن کو آپ ملازمت نہیں دیتے آپ سے رخصت ہو کر قرآن پر متوجہ ہوا اور مسلسل محنت کی حتی کہ میں اب ہر ضرورت سے بے نیاز ہوں اور میری تمام ضرورتیں اللہ پوری کر رہا ہے۔

سچ ہے جو لوگ نظریہ اسلامی کو سمجھ لیتے ہیں ان کے لئے دنیا کے مسائل آسان ہو جاتے ہیں اس لیے ایمان وعمل کی آبیاری کیلئے موثر اقدامات کیئے جائیں۔

سیاسی، سماجی، معاشی تجارتی اور معاشرتی معاملات میں ان تمام طریقوں کو چھوڑ دیا جائے جو باطلانہ نظام تہذیب کی کوکھ سے پیدا ہوئے ہیں اور اسلامک اقدار کے منافی ہیں انکی جگہ وہ نظام قائم کیا جائے جو قرآن وسنت اور روایات سلف وصالحین

کی اساس پر تشکیل دیا گیا ہو جس کا اقرار ہم ہر نماز میں کرتے ہیں

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم

یا اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے نعمتیں عطا فرمائیں۔

تمت بالخیر۔

دُعا

نالۂ کش آہ بہ لب اشک بداماں ہو کر
چشم تر خون بہ جگر سر بہ گریباں ہو کر

یَا اللہ   یَا رحمٰن   یَا رحیم و کریم

اے کائنات کے مالک تیرا وعدہ ہے "مانگ میں دیتا ہوں" جرأت کر رہا ہوں "مانگوں" مگر اس خیال سے کس
ح مانگوں! کیا مانگوں؟ کس منہ سے مانگوں؟

جانتے ہوئے شرماتی ہے یہ بابِ سدرۃ
اتنا خطاکار ہوں کہ نادم ہے دُعا بھی

تو علیم و دانا ہے مَیں آج دِل کی گہرائیوں سے دست بدُعا ہوں
یا اللہ! آج مسلم قوم میں ایک دوسرے کی بھلائی و بہبودی اخوت و محبت جو ہمارے دِلوں سے بوجہ
ہانیوں کے معدوم ہو چکی ہے جس کی وجہ سے ہم آپس میں ہی کُشت و خون جیسی معصیت میں مبتلا ہو گئے
ں عصبیت کا شکار ہو کر تباہی کی طرف گامزن ہیں امر و نواہی کو پسِ پشت ڈال کر ایسے آتش فشاں کے دہانے
ب پہنچ چکے ہیں جہاں سے واپسی ممکن نہیں۔ مگر تیری شانِ کریمی اور عفو و درگزر کا سہارا لے کر التجا کرتا ہوں۔

مالک!
ہم پر رحم فرما ہماری خطاؤں اور جفاؤں کو معاف فرما دے آپس کے افتراق کو اتفاق میں بدل دے کیونکہ
جس بات کا ارادہ کرتا ہے "کُن" فرماتا ہے "فیکون" ہو جاتا ہے تیرے احاطۂ قدرت اور رحمت سے مَیں
ز نا اُمید نہیں۔

اے ربّ!
خطا و نسیان ہمارا مرکب ہے عفو و درگزر تیری شان ہے تو پتھر سے پانی نکالتا ہے۔ ہمارے سخت دِلوں
اپنے رحم و کرم سے محبت سے معمور کر دے ہمیں سچی توبہ کی توفیق عطا فرما اور ہم سب کی توبہ کو درجۂ
ولیت عطا فرما اور اعمالِ صالحہ پر استقامت بخش۔
ہاں مَیں جانتا ہوں تیری بخشش اور عطاؤں کے دروازے ہمہ وقت کُھلے ہوئے ہیں تُو توبہ کرنے والوں
انتظار فرماتا ہے مانگنے والوں کو تو محروم نہیں رکھتا تو اے ربّ ہمیں نہ تو مایوس کر اور نہ ہی معتوب کر
م پناہ مانگتے ہیں تیری ناراضی اور غضب سے ہماری نافرمانیوں کی وجہ سے ہم پر باطل قوتوں کو مسلط نہ فرما
یا اللہ
ہماری ٹوٹی ہوئی کشتی جو آفات کے سمندر میں گھِر گئی ہے اِسے ساحلِ مُراد تک بعافیت پہنچا دے
یں وہ طاقت عطا فرما اور اپنی خصوصی امداد سے نواز دے کہ ہم آپس کے نفاق کو بھلا کر تمام مسلمان یکجا ہو کر
فر و الحاد کا خاتمہ کر دیں اور ہمیں یہ سعادت دے کہ ایک مرتبہ پھر قرونِ اولیٰ کی تاریخ دُھرائیں اور ہر جا
رے دین کا بول بالا ہو جائے۔

پھر حریم و حرم زدیرِ مُغاں گونج اُٹھے
پھر کلیساؤں میں آوازِ اذاں گونج اُٹھے

آمین

کتابیات

۱۔ قرآن حکیم مختلف تراجم و احادیث صحہ ستّہ

۲۔ تاریخ اقوامِ عالم

۳۔ انبیائے قرآن

۴۔ انجیل Bibles

۵۔ حجتہ اللہ البالغہ

۶۔ H. heras journal of indian history

۷۔ قدیم سندھ

۸۔ رسالہ پیغامِ لطیف۔ نومبر

۹۔ روزنامہ عبرت ۵، جنوری ۸۰ء

۱۰۔ ماہنامہ اظہار کراچی

۱۱۔ سندھ کے متعلق مختلف تاریخی رسائل و جرائد

(بشکریہ! سندھ میوزیم حیدرآباد)